www.naqshbandiaowaisiah.com

المرشد

ماهنامه المرشد لاهور

مارچ
2002ء

اللہ
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

دنیا کے 80 فیصد وسائل رکھنے والے مسلمانوں نے جب قانون کی پاسداری اور کفر کے خلاف مزاحمت چھوڑ دی تو رسوا ہو گئے، **امیر محمد اکرم اعوان**

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رح مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین   نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

مارچ 2002ء (ذوالحجہ / محرم 1422ھ)

جلد نمبر 23 ✷ شمارہ نمبر 8

مدیر —— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر گھمن، اعجاز احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

1-	اداریہ ...... 80 فیصد وسائل کے باوجود مسلمان زوال پذیر کیوں؟	محمد اسلم	3
2-	اِلٰہ کیا ہے؟	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	صقارہ نظامِ تعلیم	صقارہ اکیڈمی	13
4-	اللہ سے دوستی	امیر محمد اکرم اعوان	18
5-	کافروں کی بقا اور قوت کا سبب	امیر محمد اکرم اعوان	27
6-	کالم نگاروں کا طنز اور امریکن ریڈ کراس کی رپورٹ	امیر محمد اکرم اعوان	40
7-	امیر محمد اکرم اعوان کے بیانات (اخبارات کی روشنی میں)	تراشے	49
8-	خوش نصیبی	جاوید چودھری	52
9-	ایک سوال	آسیہ اعوان	54
10-	بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول	پروفیسر حافظ عبدالرزاق	57
11-	خودکش بسکٹ اور صدر امریکہ	پروفیسر حفیظ الرحمٰن قاضی	61
12-	پیش گوئی	ارشاد احمد عارف	62
13-	مراسلات	قارئین	64

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ - یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے-ٹی-ایم-بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد- فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org   E.Mail : urwajan@yahoo.com

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور- فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ: 80 فیصد وسائل کے باوجود مسلمان زوال پذیر کیوں؟

امیر تنظیم الاخوان محمد اکرم اعوان نے گزشتہ دنوں منارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب نفوس کے لگ بھگ ہے۔ جن میں سے مسلمانوں کی آبادی 2 ارب ہے، یعنی دنیا کا ہر تیسرا شخص مسلمان ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ، کوئی ملک، کوئی ریاست اور کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ بستے ہوں۔ امیر محمد اکرم اعوان نے انکشاف کیا ہے کہ دنیا کے وسائل کا 80 فیصد حصہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کر گھمایا جائے تو تمام زرخیز وادیاں، سارے بلند ترین پہاڑی سلسلے، سرسبز گھاٹیاں، زرخیز وشاداب میدان، سونے و جواہرات کی کانیں، قیمتی پتھروں کے انبار، تیل اور گیس کے ذخائر اور گرم پانیوں کی بہترین بندرگاہیں کسی نہ کسی مسلمان ریاست میں نظر آئیں گی۔ امیر محمد اکرم اعوان نے مزید کہا کہ اتنے زیادہ وسائل اور آبادی کے باوجود مسلمان بے بس اور لاچار دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں دہشت گرد قرار دے کر انہیں ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور کہیں انہیں معاشی طور پر غلام بنالیا گیا ہے اور جہاں مسلمان زیادہ کمزور ہیں وہاں ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔ جبکہ مقابلے میں عالم کفر کامیاب اور کامران نظر آتا ہے۔ انہوں نے غیر مسلموں کی کامیابی اور مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب بھی بتائے اور کہا کہ غیر مسلموں کے ہاں جو بھی قانون ہوتا ہے وہ اس کی پاسداری کرتے ہیں۔ ایک عام شخص سے لیکر سربراہ مملکت تک سب کے لئے ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں ہر شخص کے ساتھ برابری کی سطح پر سلوک ہوتا ہے۔ دوسری جانب مسلمانوں نے اللہ سے تعلق توڑ لیا ہے جس کے باعث ان کے پاس کفر کو چیلنج کرنے کی صلاحیت نہیں رہی اور انہوں نے اپنے ہی قانون اور نظام کی پاسداری چھوڑ دی۔ جس کے باعث وہ زمانے میں رسوا اور برباد ہونا شروع ہو گئے۔

دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات پر نظر دوڑائیں تو امیر محمد اکرم اعوان کی بات صد فیصد درست نظر آتی ہے۔ دنیا بھر میں لاکھوں کی تعداد میں مدارس اور مساجد موجود ہیں جبکہ ہزاروں نئے مدرسے اور مسجدیں تیزی سے تعمیر ہو رہی ہیں۔ پہلے سے موجود مدارس طلبہ سے بھرے پڑے ہیں، مساجد میں نمازیوں اور عبادت گزاروں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں مذہبی جماعتیں ہر سال لاکھوں افراد کو جمع کر کے مختلف شہروں میں اجتماع منعقد کرتی ہیں۔ حج کے موقع پر خانہ کعبہ میں مسلمانوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔ غرضیکہ دنیا کے ہر کونے میں اللہ! اللہ! کرنے والے لاکھوں، کروڑوں ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہر جگہ مسلمان پٹ رہے ہیں، مار کھا رہے ہیں۔ چیچنیا، فلسطین، افغانستان، کشمیر ہر جگہ پر مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ مغرب میں ہر باریش مسلمان کو مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس سے نفرت کی جاتی ہے اور اس پر آتے جاتے جملے کسے جاتے ہیں۔ اور تو اور یورپ میں حجاب باندھنے والی بچیوں کو سکول سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے زوال پذیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم بظاہر تو اللہ اللہ کرتے ہیں مگر عملی زندگی میں اس تعلق کو ثابت نہیں کر پاتے۔ ہم اللہ کو تو مانتے ہیں مگر ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے جو اس نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں دی ہیں۔ تجارت کا شعبہ ہو یا صنعت کا...... تعلیم کا میدان ہو یا انصاف کا کٹہرا...... لین دین کا معاملہ ہو یا حاکم ومحکوم کا تعلق...... نظام حکومت ہو یا حقوق العباد...... ان تمام میدانوں میں اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کے بعد بھی اس سے اپنے تعلق کو مضبوط ظاہر کرنا ہماری بہت بڑی نادانی ہے۔

ہم اس وقت تک دنیا میں اپنا اصل مقام حاصل نہیں کر پائیں گے جب تک تعلیم، انصاف، سیاست، معیشت اور تجارت سمیت زندگی کے دیگر تمام معاملات کو اس نظام کے تحت نہیں اپناتے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں دیا ہے۔ آیئے ہم عہد کریں کہ دنیاوی آقاؤں کی پوجا چھوڑ کر اللہ سے وہ مضبوط تعلق قائم کریں جس کی بنا پر ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی نصیب ہو۔ اور آیئے ہم اہل مغرب کی نقالی چھوڑ کر اس نظام کو اپنانے کا عہد کریں جس سے ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکیں۔

Hu— aam

www.naqshbandiaowaisiah.com

''اللہ کیا ہے؟''

معبود کون ہوتا ہے؟ الــــہ کون ہوتا ہے؟ جس کو راضی رکھنے کے لئے اس کی پوجا کی جائے' اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ عبادت' اطاعت سے عبارت ہے' اس لئے اس کی عبادت کی جائے یا اس کی اطاعت کی جائے یا اس کی غلامی کی جائے کہ وہ خوش ہوگا تو ہماری مدد کرے گا اور ہمیں کچھ دے گا' کچھ انعام دے گا اور ناراض ہوگا تو ہم اس کی ناراضگی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اب یہ تصور کسی بت سے بنالیا جائے' یہ تصور کسی حکمران سے بنالیا جائے' یہ تصور دنیا کی کسی سپر پاور سے بنالیا جائے تو عملاً جب کوئی قوم' کوئی فرد' کوئی معاشرہ اسے راضی رکھنے کے لئے اللہ کی نافرمانی کرنے سے گریز نہیں کرے گا' اسے راضی رکھنے کے لئے سنتِ خیر الانام کی دھجیاں بکھیرے گا' اس کے غصے سے بچنے کے لئے اس کے سامنے غلامانہ کردار ادا کرے گا تو اس نے گویا اسی کو معبود اور الٰہ مان لیا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان' منارہ 15-02-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِ یْنَ o

الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ o وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ o فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ o

قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مولا یا صلّ وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک من زانت بہ العصر

قرآن حکیم اللہ کی آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نازل نہ ہوگی۔ آقائے نامدار ﷺ خاتم الانبیاء ہیں جن کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور یہ امت آپ کی امت آخری امت ہے۔ اس کے بعد کوئی نئی امت نہیں آئے گی۔ اور آپ ﷺ کے تعلق کے طفیل اس امت کو اللہ نے خیر امہ کا خطاب عطا فرمایا۔ کہ تمام قومیں' تمام اقوام' تمام امتیں جو پہلے گزر چکی ہیں ان سب میں سے بہترین امت تم ہو۔

ایک بڑا معروف جملہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ میرے خیال میں تاریخ اپنے آپ کو بار بار دہراتی ہے صرف ایک بار نہیں اور مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ تاریخ کا عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہے وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ کہ شب و روز کا سلسلہ ہم لوگوں کے درمیان چلاتے رہتے ہیں۔ جس طرح پہیہ چلتا ہے کبھی اس کا کوئی حصہ اوپر جاتا ہے اور کبھی کوئی۔ کبھی اوپر والا نیچے اور کبھی نیچے والا اوپر جاتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یا آج کے عہد میں اسلام پر عمل بہت مشکل ہے۔ دین دار آدمیوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ دفاتر میں انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر آپ مغربی لباس پہن کر جائیں تو کرسی پیش کی جاتی ہے اور اسلامی لباس میں ہوں اور اس پر داڑھی بھی رکھی ہوئی ہو تو شاید اسے چپڑاسی ہی اندر داخل نہ ہونے دے۔ بس میں سوار ہوں تو کوئی جگہ نہیں دیتا۔ یہ عمل کیا ہے کیا آج اس عہد میں ہی ہو رہا ہے؟ نہیں! سب سے زیادہ تکالیف' سب سے زیادہ مذاق سب سے زیادہ پریشانی آپ ﷺ کو برداشت کرنا پڑی۔ آپ یہ مت بھولیں کہ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو پوری دنیا میں اللہ کا ایک بندہ حضرت محمد ﷺ ایک طرف تھے اور کفر کی ڈوبی ہوئی ساری خدائی دوسری طرف تھی۔ خود ارشاد نبوی ہے کہ کسی نبی' کسی رسول پر اتنی مصیبتیں نہیں آئیں جتنی مصیبتوں کا سامنا میں نے کیا۔ اس لئے کہ کوئی ہمسر آپ کا تھا ہی نہیں۔ جتنی کسی کی شان یا

مقام بلند ہوتا ہے اس اعتبار سے اس پر تکالیف اور پریشانیاں بھی آتی ہیں۔

دو چار باتیں ہوتی ہیں تکلیف دینے والی۔ ایک ہوتی ہے مخالفت جو تکلیف دیتی ہے اور دوسری ہوتی ہے ایذا رسانی، جسمانی تکالیف دینا۔ اور ایک ہوتا ہے مذاق اڑانا۔ جسم پر جو چوٹ پڑتی ہے وہ اتنی تکلیف دہ نہیں ہوتی جتنی طنز اور مذاق کی چوٹ دل پر پڑتی ہے۔ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑایا جاتا اور لوگ کہتے کہ دیکھو یہ بندہ کہتا ہے کہ میں آسمان کی خبریں دیتا ہوں۔ زمین پر پاؤں رکھنے کی اجازت کوئی نہیں دیتا۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا نہ اپنے لئے نہ اپنے پیروکاروں کے لئے۔ اور باتیں آسمانوں کی کرتے ہیں، کائنات کی اور ساری خدائی کی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب ساری کائنات کو پال رہا ہے اور خود ان کے اپنے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا! انّا کفینک المستھزء ین کہ اے میرے حبیب انہیں مذاق اڑا لینے دو لیکن اس مذاق کا جواب آپ کی طرف سے دینے کے لئے میں کافی ہوں۔ ایک وقت آئے گا کہ تاریخ خود ان کا مذاق اڑائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ لوگ آپ کے قدموں میں بیٹھنے کو ترسیں گے اور انہیں جگہ نصیب نہیں ہوگی۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ آپ کی سلامی اور استقبال کو کھڑے ہوں گے اور انہیں ایک نگاہ دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔ ان کی باتوں کا جواب میں جو قادرِ مطلق ہوں، قدرت کاملہ سے اور عمل سے دوں گا۔

یہ استہزا کرنے والے کون تھے اور کیوں استہزا کرتے تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ۔ فرمایا! الذین یجعلون مع اللہ الٰھاً اٰخر یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو جانتے تو ہیں لیکن جیسا ہے ویسا جانتے نہیں بلکہ اور بھی انہوں نے اپنے معبود بنا رکھے ہیں جن کی یہ پوجا کرتے ہیں، جن سے یہ مدد کی اور خیر کی توقع رکھتے ہیں، جن کی ناراضگی اور غصے سے یہ خود کو بچانا چاہتے ہیں۔

جو ظلم ان دنوں مشرکین و کفار کرتے تھے آج وہ نام کے مسلمان کر رہے ہیں۔

معبود کون ہوتا ہے؟ الٰہ کون ہوتا ہے؟ جس کو راضی رکھنے کے لئے اس کی پوجا کی جائے، اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ عبادت، اطاعت سے عبادت ہے، اس لئے اس کی عبادت کی جائے یا اس کی اطاعت کی جائے یا اس کی غلامی کی جائے کہ وہ خوش ہوگا تو ہماری مدد کرے گا اور ہمیں کچھ ملے گا، انعام دے گا اور ناراض ہوگا تو ہم اس کی ناراضگی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اب یہ تصور کسی بت سے بنا لیا جائے، یہ تصور کسی حکمران سے بنا لیا جائے، یہ تصور دنیا کی کسی سپر پاور سے بنا لیا جائے تو عملاً جب کوئی قوم، کوئی فرد، کوئی معاشرہ اسے راضی رکھنے کے لئے اللہ کی نافرمانی کرنے سے گریز نہیں کرے گا، اسے راضی رکھنے کے لئے سنت خیر الانام کی دھجیاں بکھیرے گا، اس کے غصے سے بچنے کے لئے اس کے سامنے غلامانہ کردار ادا کرے گا تو اس نے گویا اسی کو معبود اور الٰہ مان لیا ہے۔

آپ کی ذات سے لوگ کیا مذاق کرتے تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات تو اللہ کی وہ تخلیق تھی جو بے مثل اور بے مثال تھی۔ دنیا میں کوئی چہرہ آپ کے چہرۂ اقدس جیسا حسین نہیں تھا، کسی کا قد کاٹھ آپ جیسا خوبصورت نہیں تھا، کوئی آپ سے بڑھ کر خوبصورت کلام نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی انداز آپ کا ایسا نہیں تھا جو کوئی دوسرا انسان بھی پا سکے، آپ تو انسانوں کے لئے باعث فخر تھے۔ اور زمین پر آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں میں کوئی بھی دوسرا آپ جیسا نہیں ہے۔ یہ پھر مذاق کس بات پر کرتے تھے؟ اعلان نبوت پر، ان عقائد پر، ان نظریات پر، ان عبادات پر، ان احکام پر جو آپ ﷺ نے دیئے۔ کیونکہ آپ کی ذات، آپ کا وجود عالی پر تو کوئی مذاق نہیں کر سکتا تھا۔ اور پھر اس مذاق سے حضور کو کتنا دکھ ہوتا تھا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں ولقد نعلم انک یضیق صدرک میرے حبیب میں خود جانتا ہوں کہ تیرے دل پر

اس سے کتنا رنج پہنچتا ہے' کتنا دکھ پہنچتا ہے بِمَا یَقُولُونَ یہ جو طنزیہ جملے کہتے ہیں' ترے دین پر' تیرے نظریات پر' تیرے عقائد پر' تیرے اعمال پر جب یہ طنز کرتے ہیں تو تیرے دل پر کیا گزرتی ہے میں جانتا ہوں۔

آپ کیا کریں؟ کیا طنز کا جواب طنز سے دیں' فرمایا ! نہیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُن مِّنَ السّٰجِدِیْنَ آپ اپنے رب کی تسبیح کریں۔ آپ اپنے رب کا ذکر اور بڑھا دیں' آپ مزید سجدے کریں اپنے رب کی بارگاہ میں اور آپ اپنے شعار پر مزید قائم ہو جائیں' مزید جم جائیں وَاعْبُدْ رَبَّکَ اپنے پروردگار کی عبادت کریں حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ دم واپسیں تک۔ زندگی ختم ہو جائے' شوق عبادت ختم نہ ہونے پائے' ذوق عبادت میں کمی نہ آئے۔ یہ جواب ہے اس سارے مذاق کا۔

تاریخ اپنے آپ کو کیسے دہراتی ہے آج ہمارے سامنے ہے۔ آج پھر دین اور دینی احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جب مسلمان ریاست کا خود کو مسلمان کہنے والا فرماں روا یہ کہتا ہے کہ اسلام کی سزائیں تو وحشیانہ ہیں تو کیا یہ ابوجہل یا ابولہب سے کم جملہ ہے۔ یا اس جملے کی چوٹ کہاں پڑتی ہے' کس نے بتایا ہے اسلام میں جزا و سزا اور انصاف و عدل کا عمل؟ آپ ایک قانون پر اعتراض کرتے ہیں تو وہ مقننہ پر اعتراض ہے' قانون بنانے والے پر اعتراض ہے۔ آپ جب اسلام کے نظام عدل پر چوٹ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ چوٹ قلب اطہر محمد الرسول اللہ ﷺ پر پڑتی ہے۔ جب عبادات کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو دراصل عبادات کے مقابلے میں کافر لوگوں کے کردار کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جو ظلم ان دنوں مشرکین و کفار کرتے تھے آج وہ نام کے مسلمان کر رہے ہیں۔

ہم نے زندگی میں سے آپ ﷺ کے کردار اور آپ کی سنت اور آپ کے احکام کو بڑی حد تک خارج کر دیا ہے۔ ہمارے شادی ہو تو اس میں ہندوؤں کی رسومات پابندی سے اپنائی جاتی ہیں اور سنت کو وہ درجہ نہیں دیا جاتا بلکہ اگر کوئی سنت کے مطابق کرنا چاہے تو مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ویلنٹائن ڈے سے مراد لفنگوں کا عالمی دن ہے۔

ہم مر جائیں تو کفن دفن تک ہم رسومات کے پابند ہیں' سنت کی پروا نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی سنت کے مطابق عمل کرنا چاہے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اب ہم مشکلات سے دوچار ہیں۔ بارشیں نہیں ہوئیں' فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کی اکثریت اپنی مشکلات کا حل امریکہ کے قدموں میں تلاش کر رہے ہیں۔ ہم ریڈیو کی ہر آواز' ٹیلی ویژن کے ہر بلیٹن اور روزنامہ کے ہر اخبار پر تلاش کر رہے ہیں کہ امریکہ ہمیں کیا دے رہا ہے۔ ہم نے اس پندرھویں صدی ہجری میں بننے والی اسلامی خلافت کے ان مجاہدین کے قتل عام کرنے میں کفر کی مدد کی اس لئے کہ ہم امریکہ کی ناراضگی سے ڈر گئے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گیا تو ہم کہاں جائیں گے' ہم کہیں رہ نہیں سکیں گے۔ یعنی ہم امریکہ سے کچھ لینے کی امید پر اس کی غلامی کرتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں ہم نے کوئی پرواہ نہ کی تو پھر اور الٰہ کسے کہتے ہیں' معبود کسے کہتے ہیں؟

پرسوں کے اخبار میں ایک بہت اچھا کالم تھا کسی کا' اللہ اس کا بھلا کرے۔ ویلنٹائن ڈے پر اس نے سرخی جمائی تھی کہ لفنگوں کا عالمی دن۔ میں وہ کالم نہیں پڑھ سکا۔ میرے پاس وقت نہیں ہوتا کالم پڑھنے کا۔ ویسے بھی اخبار میں اتنا ہی دیکھتا ہوں کہ سرسری سرخیاں دیکھ لوں۔ کسی خبر سے کوئی دلچسپی ہو تو اسے پڑھ لیا ورنہ چھوڑ دیتا ہوں۔ بہرحال وہ سرخی مجھے بہت اچھی لگی۔ ویلنٹائن ڈے کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے روم کے آوارہ مزاج لوگ' مرد اور عورتیں جن کا آپس میں ناجائز تعلق ہوتا تھا' انہوں نے سال میں ایک دن مقرر کر لیا تھا اور

اپنے محبوب کا نام بازوؤں پر موٹا موٹا لکھ کر گلیوں میں آوارہ پھرا کرتے تھے۔ یہ ابتدا تھی پھر اس سے بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے کو تحفے دینے‘ ایک دوسرے سے ملاقاتیں اور ایک دوسرے کو بلانے کا سلسلہ شروع ہوگیا‘ بہرحال یہ لفنگوں کا عالمی دن ہے‘ اسے پاکستان میں بھی بڑے اہتمام سے منایا گیا۔ ہوٹلوں میں جگہیں کم پڑ گئیں اور آپ حیران ہوں گے کہ پچاس روپے میں پھولوں کا جو گلدستہ ملتا ہے‘ اخبار میں میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہزار روپے تک بلیک میں بکا۔ پھول کم پڑ گئے ویلنٹائن ڈے پر تحفہ دینے کے لئے دوستوں کو۔ اور یہ دوستی جنسِ مخالف کے درمیان ہے۔ ویلنٹائن ڈے میں کوئی مرد‘ مرد کا یا کوئی عورت‘ عورت کی دوست نہیں ہوتی بلکہ مخالف جنسوں میں جو دوستی ہوتی ہے اس پر یہ تحفے دیئے جاتے ہیں۔ یعنی اتنی پابندی سے اسے ادا کیا گیا کہ جو پھولوں کا گلدستہ پچاس روپیہ میں بازار میں دستیاب تھا وہ ایک ہزار روپیہ میں بلیک میں بکا۔

اسی طرح بسنت کی تیاری ہو رہی ہے اور دنیا میں سب سے بڑی جو اڑانے والی پتنگ ہوگی وہ لاہور میں تیار ہو رہی ہے۔ ہندوؤں کا یہ ایک تہوار تھا بیساکھی کا جو بسنت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور اس کی بھی اتنی پابندی ہے کہ کروڑوں روپیہ کی ڈور اور کئی کروڑ روپیہ کی پتنگیں ایک شہر لاہور میں بکے گی۔

کروڑوں روپے لوگوں کے لگیں گے لاہور پہنچ کر لاہور میں بسنت منانے میں‘ پورے ملک سے لوگ لاہور آئیں گے بلکہ باہر سے بھی لوگ چھٹی لے کر بسنت منانے لاہور آئیں گے۔ اب ان بسنتیوں کو اور ویلنٹائیوں کو اگر دین کی کوئی سنت یا حق بات بتائیں تو یہ مذاق اڑائیں گے۔ اور یہی وہ بات ہے جو سب سے زیادہ ایذا دیتی ہے قلب اطہر محمد الرسول اللہ ﷺ کو۔

بڑی اچھی خبر آج میں نے پڑھی کہ صدر امریکہ نے فرمایا ہے کہ پاکستان کا ایک ارب ڈالر تک کا قرضہ معاف کر دو اور 29 کروڑ ڈالر کی امداد پاکستان کو دو۔ یہ بڑی دولت ہے لیکن کیا اس نے دے دی‘ نہیں! اس نے یہ دینے کو کہا ہے اور اب یہ چٹھی امریکی کانگریس میں جائے گی اور کانگریس اس پر بحث کر کے اس کی منظوری دے گی اور ساتھ ہی کانگریس کے ایک رکن کا بیان لگا ہوا تھا کہ بات تو ٹھیک ہے‘ پاکستان کو پیسے بھی دینے چاہئیں‘ قرضہ بھی معاف کر دینا چاہئے لیکن آخر وہ ہماری شرائط بھی تو پوری کرے۔ یعنی یہ امداد مشروط ہوگی ہماری شرائط کی تکمیل سے [illegible]۔ اب یہ شرائط کیا ہیں امریکہ کی‘ ان کی میرے پاس کوئی سرکاری اطلاع تو نہیں ہے اور نہ اخبار والوں نے بھی شائع کی ہے لیکن ایک بات جس پر امریکہ زور دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم دہشت گردی کو جڑ سے ختم کر دیں گے۔

> **کشمیر میں اگر ہزاروں مسلمان ظلماً قتل کر دیئے جاتے ہیں تو وہ دہشت گردی نہیں ہے - لیکن اگر قتل ہونے والا قاتل کو اس ظلم سے روکنا چاہتا ہے تو یہ دہشت گردی بن جاتی ہے-**

دہشت گردی ہے کیا؟ اگر اسرائیل روزانہ لاکھوں مسلمانوں کے خون سے نہاتا ہے تو وہ دہشت گردی نہیں ہے‘ کشمیر میں اگر سینکڑوں عورتوں کی عصمتیں لٹتی ہیں اور ہزاروں مسلمان ظلماً قتل کر دیئے جاتے ہیں تو وہ دہشت گردی نہیں ہے۔ لیکن جہاں کوئی مسلمان کسی کافر کا بازو ظلم سے روکنا چاہتا ہے وہ دہشت گردی ہے۔ اگر قتل ہونے والا مظلوم مسلمان ظالم قاتل کو اس ظلم سے روکنا چاہتا ہے‘ اپنی گردن سے اس کا خنجر ہٹانا چاہتا ہے تو یہ دہشت گردی ہے۔ یہ دہشت گردی بن جاتی ہے۔

فلسطینیوں کی طرف سے کوئی جواب دیتا ہے تو دہشت گردی بن جاتی ہے‘ کشمیر میں ہندوستان کو جواب دیا جاتا ہے تو وہ دہشت گردی بن جاتی ہے۔ پاکستان میں جن جہادی تنظیموں پر پابندی لگائی گئی کیا ان کی تاریخ میں کہیں یہ کوئی بات ہے کہ انہوں نے کوئی سول کا بندہ مار دیا ہو‘ کوئی عام عوام میں سے کسی ہندو کسی سکھ کو مارا ہو۔ اگر ہندوستانی فوجیں ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں اور وہ ان کے مقابلے میں انہیں روکتے ہیں تو یہ تنظیمیں دہشت گرد ہو گئیں۔ دہشت گردی تو تب تھی کہ جس طرح عام آدمیوں کو ہندوستان کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

فوج قتل کر رہی ہے اسی طرح یہ بھی ہندوؤں' سکھوں' عام آدمیوں' شہریوں کو قتل کرتے تو دہشت گردی تھی لیکن اگر اس فوج کو قتل کرتے ہیں تو انہیں ظلم سے روکتے ہیں تو یہ تو جہاد ہے یہ کیسے دہشت گردی ہے۔ لیکن جہاد بھی تو دہشت گردی ہے ان لوگوں کے نزدیک۔ اب یہ جڑ کہاں ہے؟ پوری دنیا کا جائزہ لے لیں تو یہ جڑ پاکستان میں ہے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

بوسنیا میں ظلم ہوتا ہے' شیشان میں ظلم ہوتا ہے' الجزائر میں ظلم ہوتا ہے' فلسطین میں ظلم ہوتا ہے' کشمیر میں ظلم ہوتا ہے' مشرق میں' مغرب میں کہیں مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے تو سب سے زیادہ دکھ پاکستانی مسلمان محسوس کرتے ہیں اور دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں کی جڑ پاکستان میں ہے۔ لوگ فنڈز بھی دیتے ہیں اور لوگ جانیں بھی دیتے ہیں اور لوگ مشورے بھی دیتے ہیں اور لوگ ساتھ بھی چلتے ہیں اب امریکی امداد مشروط ہے اس جڑ کو نکالنے اور ختم کرنے سے۔ اب خدا جانے حکومت بھی مسلمان ہے' بیچاروں کی مجبوری ہے اسلام بھی اور حکومت کیسے سارے دینی مدارس بند کر دے گی کہ کسی کو کلمہ نہ سکھایا جائے۔ حکومت کیسے جہاد کا مفہوم بدل دے گی کہ جہاد نہ کیا جائے؟ حکومت کیسے بندوں کو اللہ سے الگ کر دے گی اور امریکہ کی پوجا پر لگا دے گی یہ فلاسفی کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نہیں سمجھتا کہ حکومت یہ شرائط پوری کر سکے گی لہٰذا امریکہ سے آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔

اصل اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کسی سے کچھ لینے کی امید کیوں ہے؟ کیا ہمیں ہمارا پروردگار کافی نہیں ہے؟ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ بھی شرط لگاتا ہے۔ وہ بھی فرماتا ہے کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ تو رب رب کرتا رہ۔ میری بارگاہ کو سجدوں سے خالی تو نہ کر۔ تو میرے دروازے' میری چوکھٹ پر سجدہ ریز تو رہ۔ اب ہم سے یہ بھی نہیں ہوتا۔

اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کسی سے کچھ لینے کی امید کیوں ہے؟ کیا ہمیں ہمارا پروردگار کافی نہیں ہے؟

امریکہ کہتا ہے کہ چھوڑ دو خدا کو اس کے پاس کیا رکھا ہے۔ اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو بچا لیتا طالبان کو' اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو بچا لیتا اسلامی خلافت کو۔ لیکن امریکہ یہ بھول جاتا ہے کہ نہ اسلامی خلافت ختم ہوئی ہے نہ طالبان ختم ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ حق کے ساتھ تھے اور حق کے ساتھ ہیں' حق قائم ہے اور حق رہے گا۔

امریکہ اتنی جلد بازی کیوں کرتا ہے۔ ختم ہونے کی باری تو امریکہ بہادر کی ہے جو حق کو ختم کرنے پر تل گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ اپنی شان کے مطابق فیصلے کرتا ہے' ہمارے چھوٹے چھوٹے حوصلے ہیں' تھوڑی سی ہمارے پاس فرصت ہے' چند روزہ ہماری زندگی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی ایسا کیوں نہیں ہو جاتا۔ زمانہ اس کی اپنی تخلیق ہے' اس کے اپنے دست قدرت میں ہے' وہ دیکھتا رہتا ہے کہ کیا ہوتا ہے۔ فرعون کے بارے میں وحی کے ذریعے بتا دیا موسیٰ علیہ السلام کو کہ اسے توبہ نصیب نہیں ہوگی اور یہ تباہ ہوگا' غرق دریا ہوگا اور کوئی اسے رونے والا بھی نہیں رہے گا۔ اس کے چالیس برس بعد فرعون غرق ہوا تھا۔ یہ اس کے اپنے حوصلے ہیں کہ کب تک برداشت کرتا ہے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ○ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اس لئے کہ مٹ جانا' بھاگ جانا' حرف غلط کی طرح مٹ جانا ہی باطل کا مقدر ہے۔

کل میرے پاس ایک خط آیا میں نے اسے جواب بھی لکھ دیا وہ پوچھنا یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں نے نو سو سال ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ سب سے پہلے عرب افواج آئیں' محمد بن قاسم داخل ہوئے' اس کے بعد افغان مسلمان اور شمال سے مسلمان حکمران آتے رہے۔ سترہ حملے اکیلے محمود غزنویؒ نے کئے۔ تو یہ جو جہاد ہوتے رہے۔ جس میں ہندوستان کو مسخر کیا جاتا رہا کیا یہ غزوۃ الہند نہیں تھے اور اب کوئی

غزوۃ الہند ابھی باقی ہے جس کی آپ بات کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کا فتح کرنا اور بات ہے۔ مسلمانوں کا حکومت کرنا اور بات ہے لیکن نبی رحمت ﷺ کے اعلان نبوت پر جو کفر کا عالمی اتحاد ہوا تھا' سوا چودہ سو سال بعد آج پھر اسلام کو نکالنے کے لئے دوسری دفعہ دنیا کا کفر متحد ہوا ہے۔

غزوۃ الہند یہ مراد نہیں ہے کہ وہ محض ہندوستان کی جنگ ہے۔ غزوۃ الہند سے مراد یہ ہے کہ اس جنگ کا میدان الہند ہو۔ برصغیر ہند ہے۔ طالبان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا They were going to finish our culture around the Globe. ہماری تہذیب کو روئے زمین سے مٹانے پر وہ تل گئے تھے' خطرہ بن گئے تھے ہماری تہذیب کے لئے دنیا میں۔ تہذیب کیا ہوتی ہے؟ تہذیب ہوتی ہے۔ رہن سہن' میل جول' آداب واخلاق۔ مغرب نے دین کو اور کلچر (تہذیب) کو الگ کر دیا۔ دین تو رہ گیا کلیسا میں اور کلیسا میں پادری جو ہے اس کا لباس دیکھ لو بڑا دیندارانہ لباس ہے' کلیسا میں جو عورت نن بنی ہوئی ہے اس کا لباس دیکھ لو۔ اس نے رومال پہنا ہوا ہے اسکارف پہنا ہوا ہے اور اوپر ٹوپی پہنی ہوئی ہے اوپر دوسرا اسکارف پہنا ہوا ہے' یہاں تک بازو بھی ڈھانپے ہوئے ہیں' چوغہ پہنا ہوا ہے' ٹخنوں تک پاؤں ڈھانپے ہوئے ہیں یہ ان کا دین ہے لیکن یہ کہاں ہے؟ گرجوں میں۔ بازار میں نہیں' شہر میں نہیں ہے' گھروں میں نہیں ہے' گھروں میں کیا ہے؟ کلچر ہے' تہذیب ہے۔ تہذیب کیا ہے؟ مردوں نے جرابیں بھی پہن رکھی ہیں' پتلون بھی پہن رکھی ہے' گردن پر نکٹائی بھی باندھ رکھی ہے۔ سرتاپا ڈھانپے ہوئے ہیں اور عورتیں برہنہ پھر رہی ہیں۔ جنہیں ڈھانپا تھا وہ برہنہ ہیں اور جن کا گزارہ ایک نیکر پہننے سے یعنی ناف سے گھٹنے تک ڈھک جاتے تو گزارا ہو جاتا وہ پورے ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ ان کا کلچر ہے شراب پینا' خنزیر کھانا یہ ان کی غذا ہے۔ جواء

بڑا ادیب وہ ہے جو اسلام کا مذاق اڑائے اور اس پر جملے کسے۔

کھیلنا ان کی تفریح ہے اور بدکاری ان کا کلچر اور تہذیب کا حصہ ہے۔

میں نے سارا مغرب پھر کر دیکھا ہے۔ ایئرپورٹ پر ٹکٹ کٹانے کی قطار میں' بسوں میں' ٹرینوں میں' جہازوں میں' بازاروں میں' رش سے بھرے ہوئے بازاروں میں وہ کھڑے بوس وکنار کر رہے ہیں' بدکاری کر رہے ہیں' کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ تہذیب ہے' کلچر ہے۔ اب اس کلچر کے لئے یہ طالبان کا کلچر خطرہ بن گیا تھا جو کلچر محمد الرسول اللہ ﷺ نے دیا ہے جو سنت ہے خیر الانام کی کہ عورت' عورت رہے مرد' مرد رہے۔ ناجائز عورت مرد کا میل نہ ہو' پردے میں رہے' آبرو سے رہے' لین دین میں حلال ہو' شراب نہ پی جائے' بدکاری نہ کی جائے' کسی کا مال نہ لوٹا جائے' کسی کی جان نہ لی جائے' وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے مذہب کو گرجوں کے اندر بند کر دیا ہے تم بھی اپنے دین کو مسجدوں میں بند کر دو۔ مسجد کے باہر ہم تم ایک جیسے ہو جائیں بس پھر ٹھیک ہے۔ اور ہمارا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہو چکا ہے۔ اس میں عہد جدید کے دانشوروں کی بڑی تعداد ہے' دانشور ہونے کے لئے سر کا گنجا ہونا' چندھیا پر چند بال جو رہ گئے ہوں ان کا پریشان ہونا' شیشے کی موٹی عینک کا ہونا اور دین کا مذاق اڑانا یہ دانشور کی خصوصیات رہ گئی ہیں۔ جو ایسا کرتا ہے اور اس حلیے کا جو بندہ ہے اسے دانشور سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح شاعروں میں بڑا شاعر وہ ہے جو اپنے شعروں میں دینی شعار کا مذاق اڑائے۔ بڑا ادیب وہ ہے جو اسلام کا مذاق اڑائے اور اس پر جملے کسے۔ بڑا مہذب وہ ہے جس کی بیٹی ناچ رہی ہو اور وہ بیٹھ کر تالیاں بجا رہا ہو۔ یہاں ہمارے حکمرانوں میں ایک وزیراعلیٰ تھے ایک صوبے کے ان کی بیٹی TV پر گاتی تھی اور وہ فخر سے لوگوں کو دکھاتے تھے۔ آج کل تو وہ بھی بڑے دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں۔ گنجے تو نہیں ہو سکتے لیکن انہوں نے اپنے بال کندھوں تک لمبے کر رکھے ہیں۔ جو گنجا نہ ہو اس دانشور کی نشانی یہ ہے کہ اس کے بال عورتوں

کی طرح ہوں اور پریشان ہوں بکھرے ہوئے ہوں۔

اب اس حال میں قوم کا وہ طبقہ جنہیں اللہ نے رزق زیادہ دے دیا ہے کچھ وقتی طور پر اختیار اور اقتدار دے دیا ہے ان کے لئے قابل فخر تو یہ بات ہے کہ انسان کے بچے بھوک سے' بیماری سے تڑپ کر جان دے دیں' سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں لیکن کتے کا بچہ بغل میں لے کر تصویر بنوائی جائے۔ کتے کے بچے کو نہلا دھلا کر ساتھ رکھا جائے' کتوں کے بچوں کو ڈاکٹر کو دکھایا جائے۔ ہماری وزیر اعظم صاحبہ کی بلی بیمار ہوگئی تھی پرائم منسٹر ہاؤس میں تو رات کی فلائٹ پر لندن سے دو ڈاکٹر آئے تھے دیکھنے کے لئے۔ بلی بیمار ہوگئی تھی۔ اور اسی ملک میں انسان مرتے ہیں کہ انہیں ڈاکٹر نہیں ملتا' ڈاکٹر ملے تو دوائی نہیں ملتی' دوائی ملتی ہے تو پیسہ نہیں ملتا۔

میں نے ایک دفعہ اپنی تقریر میں ایک جملہ کہہ دیا تھا کہ یہ وہ ملک ہے جہاں لوگ زکام سے مر جاتے ہیں۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ اب جس طرح لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اسی طرح ان میں ایک ڈاکٹر صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بعد میں مجھ سے کہنے لگے کہ آپ بات میں تھوڑی سی احتیاط کیا کریں۔ زکام ایسا مرض نہیں ہے جس سے آدمی مر جائے۔ آپ نے کہہ دیا کہ اس ملک میں زکام سے لوگ مر جاتے ہیں۔

ہمارا میڈیکل مشن جا رہا تھا شمالی علاقوں میں' میں نے کہا کہ آپ دو چار دن فرصت نکالیں تو اس مشن کی سربراہی آپ قبول فرمائیں۔ کچھ دوائیں ساتھ لے جاتے ہیں اور اس دفعہ ہمارے پاس کوئی اچھا ڈاکٹر نہیں ہے آپ ساتھ چلیں کہنے لگے میں چلتا ہوں۔ واپس آئے تو کہنے لگے کہ آپ نے تو سچ کہا تھا۔ میں نے تو اب دیکھا ہے۔ ایک آدمی کو زکام ہوتا ہے' اسے زکام' سے نجات نہیں ملتی' وہ ملیریا بنتا ہے' ملیریا سے ٹائیفائیڈ بنتا ہے' ٹائیفائیڈ اس کی موت کا سبب بنتا ہے۔ تب تک کوئی اس کو دوا دینے والا نہیں ملتا۔ پھر اس نے مجھے آ کر بتایا کہ ایک خاتون کو چیک اپ کرنا تھا میں نے کہ اس کی چیسٹ خراب تھی میں نے اسے کہا کہ گلے میں ایک کپڑا بدن پر رہنے دو اور باقی کپڑے ہلکے کر دو کیوں کہ اس نے دو تین قمیضیں پہن رکھی تھیں' دو تین سویٹر تھے' کوئی کوٹ اور واسکٹ۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہ جو آٹھ نو کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں وہ اتنے پھٹے پرانے ہیں کہ ہر ایک نے میرے جسم کا کچھ نہ کچھ حصہ ڈھانپ رکھا ہے۔ ان میں سے ایک بھی میں اتاروں گی تو بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ ننگا ہو جائے گا۔ انسانوں کے جینے کے یہ انداز اور کتوں کا پلا سربراہ مملکت کی گود میں کھیل رہا ہے۔

بڑا مہذب وہ ہے جس کی بیٹی ناچ رہی ہو اور وہ بیٹھ کر تالیاں بجا رہا ہو۔

وہ بے نیاز ہے لیکن وہ فرماتا ہے کہ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور سب سے نپٹنے کے لئے میں اکیلا کافی ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے میرے حبیب تیری طرف سے انہیں میں جواب دوں گا' تیری طرف سے ان سے میں نپٹوں گا۔ لیکن اس کریم نے بھی تو شرط لگا دی۔ امریکہ نے یہ شرط لگائی کہ دین چھوڑ دو اس نے شرط لگائی کہ دین میں ڈوب جاؤ۔ مغربی تہذیب ہم پر یہ شرط لگاتی ہے کہ کھانا بھی دیں گے' پیسہ بھی دیں گے' تمہاری حفاظت بھی کریں گے' ہم فوجیں بھی دیں گے لیکن دین سے نکل آؤ۔ کپڑے اتار دو' بازاروں میں اچھلو کودو' شرابیں پیو' مہذب ہو جاؤ۔ لیکن وہ بے نیاز فرماتا ہے اسی پچھلے زمانے میں چلے جاؤ جو محمد الرسول اللہ ﷺ کا زمانہ تھا' فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ انہیں کہنے دو تم ایک کام کرو کہ میرے نام کو دہراتے رہو' میری تسبیحات پڑھتے رہو اور میری بارگاہ کو سجدوں سے آباد کرو۔

اب ہم ہیں کہ اللہ کی مدد تو چاہتے ہیں لیکن ہم سے سجدہ نہیں ہوتا۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم سے اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ ہمارے پاس فرصت نہیں ہے۔ اب ادھر امید ہے وہ کہتے ہیں کہ لنگوٹی بھی اتار دو جیسے ہم ہیں ویسے ہو جاؤ' کھاؤ پیو۔ کھانے کو کیا ملے گا؟ جو خود کھاتے ہیں وہی دے گا ناں۔ خود خنزیر کھاتا ہے تو کیا ہمیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

آم دے گا۔ پینے کو کیا دے گا؟ اگر خود شراب پیتا ہے ساری عمر تو کیا ہمیں شہد دے گا۔ جس دستر خوان پر کوئی جاتا ہے' اہل خانہ جو کھاتے ہیں وہی کھائے گا۔ اگر ہم انگریز کے دستر خوان پر جائیں گے تو وہی کھانا پینا ہمیں بھی ملے گا جو وہ خود کھا پی رہے ہیں اور ادھر بھی بڑی کڑی شرط ہے۔ یا اللہ! ہماری تو کمر میں بل نہیں پڑتا ' ہماری گردنوں میں تو لوہے کی سلاخ ہے ہم کس طرح تجھے سجدے کریں کس طرح تیری بارگاہ میں جھکیں۔ وہ کہتا ہے بے وقوفو! اپنے جیسے انسانوں کے سامنے جھکتے ہو اور رب العالمین کے سامنے نہیں جھک سکتے۔

؎ فیصلہ تیرے مقدر کا تیرے ہاتھوں میں ہے

اب ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ہمیں اللہ اللہ کرنا چاہئے' سجدے کرنا چاہئیں' فرائض کے علاوہ نوافل بھی ادا کرنے چاہئیں اور راتوں کو اٹھ کر اسے پکارنا چاہئے' اس کو دل میں بسانا چاہئے' پیشانی کو اس کے نور سے روشن کرنا چاہئے' یا امریکہ کے دستر خوان کی خوشہ چینی کی طرف چلنا ہے۔ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے۔ اور ہم فیصلے کرتے ہیں' ہمیشہ کرتے آرہے ہیں اور پھر بھی کریں گے۔

گزشتہ نصف صدی میں بار بار الیکشن ہوئے' حکومتیں بنیں' ہم نے بنائیں' ہم نے انہی کے ہاتھ پر بیعت کی جس کو ہم نے چور کہا۔ وہ حکومت میں آئے' انہوں نے لوٹا' ملک کو ڈبویا' ہم نے چور چور کر کے انہیں بھگایا پھر ایک اور چور لے آئے۔ پاکستان کی تاریخ میں کوئی ایک بندہ تو بتاؤ جو عزت سے رخصت ہوا ہو۔ دنیا میں اور بھی ممالک ہیں کہ بندہ ایک دفعہ پرائم منسٹر بن جاتا ہے' صدر بن جاتا ہے تو اس کی عمر بھر ایک عزت ہوتی ہے۔

یہاں صدارتی محل سے' وزیر اعظم ہاؤس سے جو بھی نکلتا ہے وہ مقتل کی طرف جاتا ہے' سر دار ہی کو جاتا ہے اپنے گھر کو کوئی نہیں جاتا۔ انہیں کون لاتا ہے۔ میں اور آپ۔ یہ جو ووٹ ہم دیتے ہیں یہی بیعت امارت ہے کہ ہم

ہماری وزیر اعظم صاحبہ کی بلی بیمار ہو گئی تھی پرائم منسٹر ہاؤس میں تورات کی فلائٹ پر لندن سے دو ڈاکٹر آئے تھے دیکھنے کے لئے۔

اس بندے کو امیر مقرر کرتے ہیں اس کی بیعت کرتے ہیں۔ تو ہم چوروں کی بیعت کیوں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم بھی چوری کرنا چاہتے ہیں۔ پتہ ہے ہم ان کو ووٹ کیوں دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اس بندے کو ووٹ دو کل تھانہ جانا پڑے گا تو کام آئے گا۔ بھئی تم جرم نہ کرو تھانے نہ جاؤ۔

کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ ہم جرم نہیں کریں گے تو ہم تھانے کیوں جائیں گے کیوں نہ کسی شریف آدمی کو ووٹ دیں۔ ہماری اپنی سوچ یہ ہوتی ہے کہ ہم جرم کریں گے تو جرم میں ہمارا ساتھ کون دے گا اور کسی نیک آدمی کا نام لیا جائے تو ہمارے ووٹر کہتے ہیں کہ کیا کریں یار یہ شریف آدمی ہے' فلاں کو دو وہ بڑا ڈانگ مار آدمی ہے' کسی وقت کام آئے گا۔ یعنی ہم خود بنیادی طور پر نیک ارادے نہیں رکھتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ناجائز طریقے سے مجھے بھی کچھ لینا ہے۔ تو یوں بات نہیں بنے گی۔ ہوگا وہی جو رب چاہتا ہے۔

کفر نے اعلان نبوت کے بعد پہلی دفعہ پوری دنیا کے کفر نے اتحاد کر لیا کہ اسلام کو مٹایا جائے اور اب جو معرکہ ہوگا اس کا میدان "الہند" ہوگا۔ اللہ کے بندے لڑیں گے اور لڑنے کا حق ادا کریں گے۔ فتح اسلام کو ہوگی اور کابل سے لے کر برما اور ہمالیہ سے لے کر دکن تک اسلامی پھریرا لہرائے گا اور یہ ساری اسلامی ریاست بنے گی انشاء اللہ العزیز۔

میری تو ہر روز کی دعاؤں میں شامل ہے کہ یا اللہ اتنی مہلت دے کہ ہم اس ریاست کو اسلامی ریاست کی شکل میں دیکھ کر مریں۔ کسی نے قبر پر آ کر اطلاع دی تو کیا مزہ آئے گا۔ جو مزہ دنیا میں رہ کر دیکھنے میں آئے گا وہ مزہ وہاں نہیں آئے گا۔ اب اللہ کی مرضی کہ ہمیں کتنی مہلت دیتا ہے لیکن یہ ہوگا ضرور اور اسے انشاء اللہ کوئی نہیں روک سکتا۔

یہ کابل کی فتح جس پر امریکہ کو ناز ہے' یہی اس کی شکست ہے کہ ابھی تک ایک شہر کابل پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکا اور اب عوام کا ردِ عمل

شروع ہو چکا ہے۔ اب تو قندھار سے جہاز اڑتے ہیں امریکہ کے اور گر جاتے ہیں بندوق کی گولی سے کل بھی گرا ہے' مرے ہیں امریکی بھی۔ ردعمل شروع ہو گیا ہے۔ اور کفر بھی زور لگائے گا۔ اللہ کے بندے بھی جانیں ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بات برسوں جائے گی' کتنا وقت لیتی ہے' مجھے نہیں معلوم لیکن یہ بات معرکہ حق و باطل تک پہنچے گی بہت بڑی جنگ ہوگی' بے شمار لوگ قربان ہوں گے اور اللہ کے بندے شہید ہوں گے' دشمنانِ اسلام واصل جہنم ہوں گے۔ ابھی اٹک کے دریا کو ایک دفعہ پھر سرخ ہو کر بہنا ہے۔ ابھی دریاؤں میں پانی بہتا ہے۔ ان دریاؤں میں ابھی لہو کے طوفان آئیں گے۔ انشاء اللہ فتح حق کی ہوگی اور یہی غزوۃ الہند کی ابتدا ہے جو حالات بن رہے ہیں۔ یہ کب اپنے کمال کو پہنچتے ہیں دعا یہ کرتا ہوں کہ اے اللہ ہمیں اہل حق کے ساتھ رکھنا۔ ہم گناہگار ہیں' ہمیں اعتراف ہے کہ ہم خطا کار ہیں' ہم جانتے ہیں کہ ہم نا اہل ہیں' یہ ساری کمیاں یہ ساری خامیاں اپنے کرم سے پوری کر دے اور ہمیں اہل حق کے ساتھ رکھ۔ زندہ رکھ تو اہل حق کے ساتھ رکھ' موت دے تو اہل حق کے ساتھ دے۔ روز حشر کھڑا کر تو اہل حق کے ساتھ کھڑا کر۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے' عقیدہ ہے' کہ غزوۃ الہند برپا ہوگا اس لئے کہ جس نبی کے ارشاد پر میں نے رب کو مانا ہے' جس نبی کے ارشاد پر میں نے آخرت کو مانا ہے' جس نبی کے ارشاد پر میں نے حساب کتاب کو مانا ہے' جس نبی کے ارشاد پر میں فرشتوں پر بھی ایمان لایا ہوں جس نبی کے ارشاد پر میں نے قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب مانا اسی نبی کے ارشاد پر میں غزوۃ الہند کو ایمان کا حصہ نہ بناؤں۔ میرے تو ایمان کا حصہ ہے کہ غزوۃ الہند برپا ہوگا' اللہ کے بندے سرخرو ہوں گے' اسلام کی فتح ہوگی اور میری یہ بات یاد رکھیں کہ یہ امریکہ تاریخ کی کتابوں میں تو ہوگا مگر زمین پر نہیں ہوگا اس کی سب ریاستیں الگ ہو جائیں گی' ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور بکھر جائے گا۔ ہمارے دانشور تو یہ

گزشتہ نصف صدی میں بار بار الیکشن ہوئے' حکومتیں بنیں' ہم نے بنائیں' ہم نے انہی کے ہاتھ پر بیعت کی جس کو ہم نے چور کہا۔

بات بھی نہیں مانتے تھے کہ روس کبھی واپس جائے گا۔ یہ بات بھی نہیں مانتے تھے کہ روس کے دانت ٹوٹ جائیں گے۔ اب یہ بھی ان کے گلے سے نہیں اترے گی لیکن حقیقت اپنے آپ کو منوا لے گی جب برپا ہوگی۔

میرے مسلمان بھائیو' میرے بزرگو' میرے عزیزو! اللہ کی شرط مان لو۔ اس کا ذکر کثرت سے کرو' اس کو سجدے باقاعدگی سے کرو' اسے یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوا لِی وَلَا تَکْفُرُونِ تم میری باتیں کرو میں تمہاری باتیں کروں گا۔ میرا شکر کرو ناشکری سے بچو۔ اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کر لو۔ زندگی بھی کامیابی ہے اور موت بھی کامیابی۔ غیر مشروط کامیابی نہ دنیا داری کی طرف ہے نہ دین کی طرف ہے۔ ادھر رب کریم نے شرط لگائی ہے کہ میری عظمت کا اقرار تو کرو' میرا نام تو لو' مجھے سجدہ تو کرو۔ ادھر کفر نے شرط لگائی ہے کہ لنگوٹی بھی اتار دو جیسے ہم بے حیا ہیں ویسے تم بھی ہو جاؤ۔ اب فیصلہ تیرے مقدر کا تیرے ہاتھوں میں ہے۔

میری دعا یہ ہے کہ اے اللہ مسلمانوں کو صحیح قوت فیصلہ دے اور ہمیں اہل حق کا ساتھ نصیب فرما۔

اعتزار

''المرشد'' کے گزشتہ شمارہ کے ایک مضمون ''سورۃ فاتحہ کے حروف کا حیرت انگیز توازنِ اعداد'' جو کہ ادارہ کی زیر طبع کتاب ''کلامِ خالق کائنات'' سے ایک اقتباس ہے' اس میں سورۃ فاتحہ کے حروف تہجی کے اندراج میں کمپیوٹر پروگرام میں حمزہ (ء) کی Provision نہ ہونے کے باعث الف اور حمزہ کی تخصیص ملحوظ نہیں رہ سکی اور ان دونوں حروف کو دونوں جگہ الف (ا) ہی لکھ دیا گیا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ براہ کرم اس مضمون میں پہلے (ا) کو حمزہ (ء) اور دوسرے (ا) کو الف ہی پڑھیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

صقارہ نظام تعلیم

پس منظر

1- کسی قوم کے نظام حیات میں نظام تعلیم کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ قوموں کی ترقی روشن ضمیر، باصلاحیت، باکردار اور آفاقی نظریات کے حامل افراد کی محنت اور کوشش کی مرہون منت ہوتی ہے اور ایسے افراد تیار کرنے میں نظام تعلیم بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ مسلمانوں کے دور عروج کی تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی کلیات و جامعات انتہائی متوازن جامع اور بامقصد نصاب تعلیم کے مراکز تھے اور ان سے فارغ التحصیل افراد زندگی کے تمام شعبوں میں اعلیٰ کارکردگی کی صلاحیت رکھتے تھے جب مسلمانوں پر زوال آیا تو نظام تعلیم یکسر بدل کر مختلف حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ دینی اور دنیوی تعلیم کے درمیان ایک خلیج حائل کر دی گئی۔ ان ہر دو علوم کے طلباء نظریاتی تفاوت کا شکار ہو گئے جو بالآخر اشاعت و ترویج دین کی راہ میں رکاوٹ بن گئی۔

2- برصغیر پاک و ہند میں جب انگریز قابض ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کا نظام تعلیم انتہائی منظم اور ان کا تعلیمی تناسب دوسری قوموں کی نسبت بہت زیادہ پایا۔ مسلمانوں کی اس صلاحیت کو ختم کرنے کے لئے لارڈ میکالے نے نیا نظام تعلیم دیا اور اسلامی کلیات و جامعات کو ختم کر کے ان کی زمین و جائیداد انگریز کے حواری اور کاسہ لیس خاندانوں میں تقسیم کر دی۔ نئے نظام تعلیم میں چونکہ دین کا حصہ نہ تھا اس لئے بعد میں دینی تعلیم کے لئے جو بھی عمومی کوشش ہوئی اس میں دنیاوی تعلیم کے جدید علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی کو یکسر نظر انداز رکھا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی ہزاروں کی تعداد میں طلباء ہر سال دینی مدارس سے فارغ ہوتے ہیں لیکن عام زندگی میں ان کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔ چونکہ ان اداروں میں جدید سائنسی علوم کی تعلیم تو ہوتی نہیں اس لئے فارغ التحصیل افراد عام زندگی میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس جدید سیکولر تعلیمی مراکز سے فارغ التحصیل اکثر افراد کا دین سے تعلق صرف واجبی ہوتا ہے اور وہ معاشرے میں اپنے عمل اور کردار سے کوئی مثبت تبدیلی نہیں لا سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں گمراہی، بددیانتی، لوٹ مار اور ظلم و ستم میں ہر روز نیا اضافہ ہو رہا ہے اور بہتری کی صورت نظر نہیں آتی۔

3- سرکاری نظام تعلیم میں مقصدیت کا فقدان کمزور نصاب اور اساتذہ کی طلباء سے لاتعلقی وہ چند عناصر ہیں جو پبلک سکولوں کے معرض وجود میں آنے کا سبب بنے ان پبلک سکولوں نے انگلش میڈیم کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

فیسوں کی گرانی سے تعلیم میں تجارت کا عنصر غالب آ گیا جس سے تعلیم درمیانہ اور غریب طبقہ کی بساط سے باہر ہوگئی۔ علاوہ ازیں دولت کمانے کی دوڑ نے نظام تعلیم میں منفی رجحانات کو جنم دیا اور معیار تعلیم مطلوبہ سطح پر نہ رکھا جا سکا۔

صقارہ نظام تعلیم کا آغاز

4- مذکورہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان نے 1987ء میں صقارہ نظام تعلیم کا تصور دیا جو دراصل مذہبی تعلیم اور جدید علوم کا ایک حسین امتزاج ہے۔ اس نظام کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ ان اداروں سے فارغ ہونے والے گریجویٹ اسلامی اور جدید سائنسی علوم سے آراستہ دیانت دار اور اعلیٰ صلاحیت کے حامل انسان ہوں جو زندگی کے جس شعبے میں بھی کام کریں۔ اپنے اسلامی کردار، محنت اور تکنیکی مہارت کے باعث ممتاز نظر آئیں۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے ہوں تاکہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر آسانی سے نہ صرف خود قرآن اور سنت کے مطابق عمل کر سکیں بلکہ دوسروں کی رہنمائی بھی کر سکیں۔ وہ ملک کے بہترین شہری، دین کے مخلص خادم اور معاشرے کے بہترین فرد ہوں۔ وہ ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، بیورو کریٹ اور سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ قلب سلیم کے حامل ہوں تاکہ زمانے کی کڑی آزمائشوں کے مقابلے میں استقامت اور ثابت قدمی دکھا سکیں۔

5- کسی بچے کو اعلیٰ تعلیم کے حصول سے اس لئے محروم کر دینا کہ وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا ہے سراسر ناانصافی ہے۔ اس کا بھی اعلیٰ تعلیم پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی امیر بچے کا۔ لیکن موجودہ دور میں معیاری تعلیم غریب طبقہ کی دسترس سے باہر ہے۔ اس تفاوت کو دور کرنے اور اعلیٰ دینی اور دنیاوی تعلیم کا تحفہ ہر ایک کو پہنچانے کے لئے صقارہ نظام تعلیم میں فیسوں کی شرح مناسب رکھی گئی ہے۔ اس نظام کی دیگر چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ دینی اور دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج

ب۔ کردار سازی پر خصوصی توجہ

ج۔ تعلیم کے میدان میں مشنری جذبہ

د۔ غیر طبقاتی نظام کی ترویج

ر۔ پاکیزہ ماحول

6- اوپر دیئے گئے مقاصد کے حصول کے لئے پریپ کلاس سے لے کر دسویں تک دینی تعلیم کا ایک اضافہ شدہ نصاب مقرر کیا گیا ہے جو لازمی ہے۔ اس میں قرآن وحدیث۔ مطالعہ اسلام اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

علاوہ ازیں طلباء کی کردار سازی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اسلامی اقدار اور عبادات کی نہ صرف تلقین کی جاتی ہے بلکہ طلباء کو ان کی عملی تربیت بھی دی جاتی ہے اور اس کی پراگرس طلبا کی رپورٹ میں درج کی جاتی ہے۔ اس تعلیم کا بہترین عملی نمونہ صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ کے طلباء ہیں جو دن رات علمی اور عملی تربیت سے گزارے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کا نتیجہ گزشتہ پندرہ سالوں میں ہر سال 100 فیصد رہا ہے اور اسے بہترین ادارے کا انعام دیا گیا ہے۔ صقارہ نظام کے ابتدائی سالوں میں کامیاب ہونے والے طلباء تعلیم مکمل کر کے عملی زندگی کا آغاز کر چکے ہیں اور مختلف شعبوں میں کامیابی سے مصروف عمل ہیں۔

موجودہ ادارے

7- صقارہ نظام تعلیم کے تحت اس وقت لاہور میں طالبات کے لئے ایک کالج اور ایک ہائی سکول اور طلباء کے لئے ایک ہائی سکول ہے۔ منارہ میں صقارہ اکیڈمی جس کا ذکر ہو چکا ہے آٹھویں سے دسویں تک تعلیم دے رہی ہے اس کے علاوہ وہاں ایک طالبات کا ہائی سکول بھی ہے۔ بفضل باری تعالیٰ یہ سارے تعلیمی ادارے نہایت عمدہ کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ الحمد للہ تمام سکولوں کا نتیجہ ہر سال سو فیصد رہا صقارہ اکیڈمی تعلیمی بورڈ میں چوٹی کی پوزیشنیں بھی 9 سال تک حاصل کرتی رہی ہے۔ بورڈ نتائج کا تفصیلی معیار قارئین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام ادارہ	قیام کا عرصہ	کل تعداد	کامیاب	فیل	A+ گریڈ	A گریڈ	B گریڈ	C گریڈ	D گریڈ
1-	صقارہ گرلز ہائی سکول لاہور	1998 تا 2001	48	48	---	2	28	18		
2-	صقارہ بوائز ہائی سکول لاہور	2000 تا 2001	20	20	---	2	6	7	5	
3-	صقارہ اکیڈمی منارہ	1988 تا 2001	377	376	1	39	119	144	69	5
	میزان		445	444	1	43	153	169	74	5
	شرح فیصد			99.8	.2	9.7	34.5	38	16.7	1.1

نئے اداروں کا قیام۔ دعوت عام

8- صقارہ تعلیمی اداروں کی ساکھ اور کارکردگی اظہر من الشمس ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خوبصورت نظام تعلیم کے فیوض و برکات کو پورے ملک میں پھیلایا جائے یہ ادارے جہاں بہترین نتائج دے رہے ہیں وہاں معاشی اور تجارتی بنیادوں پر بھی کامیاب ہیں۔ لیکن ان کا اصل جوہر دینی اور دنیاوی تعلیم و تعمیر سیرت کا وہ نصاب ہے جو طلباء اور طالبات کو ہمہ جہت جدوجہد کے قابل بناتا ہے تاکہ وہ جدید علوم میں اعلیٰ صلاحیت دکھانے کے علاوہ اسلامی شعار و اقدار کو بطور خاص فروغ دے سکیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

9- لہٰذا وہ افراد اور ادارے جو تعلیمی اداروں کے ذریعے دینی اور دنیاوی کامیابی کے متلاشی ہوں۔ انہیں صقارہ نظام تعلیم کے تحت ادارے کھولنے کی دعوت عام ہے۔ جس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے۔

ا۔ تعلیمی اداروں کی عمارات معیاری اور پختہ ہوں اور ان کے ساتھ کھیل کے میدان ہوں۔ عمارت کی پختگی کا اعلیٰ معیار منظوری کے لئے محکمہ تعلیم کی بھی بنیادی شرط ہے۔

ب۔ کلاسوں کی سطح کے مطابق لیبارٹریز کا انتظام ہو۔

ج۔ لائبریری کا قیام جس میں مناسب تعداد میں نصابی کتب بھی ہوں۔

د۔ تمام پیش کردہ مضامین کے لئے کوالیفائیڈ اساتذہ موجود ہوں۔

ر۔ محکمہ تعلیم کے متعلقہ تعلیمی دفاتر سے رجسٹریشن کی گئی ہو اور متعلقہ تعلیمی بورڈ سے منسلک ہونے کی منظوری بھی لی گئی ہو۔

س۔ طلبا' اکاؤنٹس' ملازمین اور امتحانات وغیرہ کا مکمل ریکارڈ رکھا جانا ضروری ہے۔

ض۔ ادارے انجمن دارالعرفان منارہ ضلع چکوال کے زیرنگرانی ہوں گے اور اس کی پالیسیوں کی پابندی کریں گے۔

10- **صقارہ انتظامیہ کی طرف سے تعاون**:۔ صقارہ کا نام' ساکھ اور نصاب استعمال کرنے کی اجازت کے علاوہ مندرجہ ذیل معاملات میں مدد کی جائے گی۔

ا۔ ابتدائی مشورہ اور دائم نگرانی۔

ب۔ ادارے کو رجسٹر کرانے اور بورڈ سے الحاق میں مدد دینا۔

ج۔ اپنا پریس لگنے پر کتابوں کا مہیا کرنا۔ کتابیں ابھی بھی چھپوا کر حسب ضرورت اداروں کو مہیا کی جاسکتی ہیں۔

د۔ باقاعدہ وقفے کے بعد اداروں کا معائنہ کرنا تاکہ قوانین کی پابندی' معیار تعلیم اور عملی تربیت کا جائزہ لیا جاسکے۔ اور لگاتار بہتری ہوتی رہے۔

ر۔ جب اپنا امتحانی بورڈ بن جائیگا تو بورڈ کے امتحانات سے مستثنیٰ کلاسوں کے امتحانات کا مرکزی طور پر انعقاد۔

س۔ اساتذہ کے لئے تربیتی کورس کا اہتمام کرنا۔

11- تعاون کی شرائط:۔

ا۔ ادارہ ہر ماہ جمع ہونے والی فیس کا دس فیصد صقارہ انتظامیہ کو ادا کرے گا۔ اس رقم میں امتحانی بورڈ بننے کے بعد اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ب۔ اس ضمن میں ہر ادارے کے مالک سے تحریری معاہدہ کیا جائے گا۔ جو ادارے کے مالک اور صدر انتظامی کونسل صقارہ نظام تعلیم کے درمیان ہوگا۔

د۔ وہ ادارے جو پہلے سے ہی کام کر رہے ہیں وہ بھی معاہدے کے بعد صقارہ نظام کے سائبان کے نیچے آسکتے ہیں۔ ان کے لئے پہلے سال فیس کی ادائیگی میں دو فیصد کی رعایت ہوگی۔

ر۔ صقارہ نظام تعلیم میں کسی ادارے کے داخلے کے لئے مندرجہ ذیل دستاویزات کا بھیجنا لازمی ہے۔

(1) کلاسوں، سیکشنوں اور طلبا کی تعداد

(2) پڑھائے جانے والے مضامین کی تفصیل

(3) عمارات کا تصدیق شدہ نقشہ معہ کھیل کے میدان

(4) اساتذہ کی تفصیل معہ تعلیمی قابلیت و تنخواہ کا سکیل وغیرہ

(5) فیس کا شیڈول

(6) اگر ادارہ کرایہ کی عمارت میں ہے تو تصدیق شدہ کرایہ نامہ۔

(7) لیبارٹری میں موجود سامان کی فہرست۔

(8) لائبریری میں موجود کتب کی مضامین و موضوعات کے مطابق تعداد۔

ص۔ درخواست کے ساتھ مندرجہ ذیل شرح سے سیکورٹی صقارہ نظام تعلیم کی انتظامی کونسل کو ادا کی جائے گی یہ رقم بنک ڈرافٹ کی صورت میں بنام پریذیڈنٹ ایڈمنسٹریٹو کونسل صقارہ ایجوکیشن سسٹم بھیجی جائے گی۔

(1)	جونیئر سکول	5,000/-
(2)	مڈل سکول	10,000/-
(3)	ہائی سکول	15,000/-
(4)	کالج	20,000/-

12- خط و کتاب :۔ مزید معلومات کے لئے خواہشمند افراد اور ادارے بریگیڈیئر (ر) امتیاز احمد خان، پریذیڈنٹ ایڈمنسٹریٹو کونسل صقارہ نظام تعلیم۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور کے پتہ پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ ٹیلی فون پر رابطہ کے لئے مندرجہ ذیل نمبروں پر استفسار کریں۔

ا۔ دفتر 042-5182228

ب۔ رہائش 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ سے دوستی

شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بندہ بے شک عبادت کرتا ہے تو کرے لیکن اللہ سے دوستی نہ کرے۔ اسے اپنا نہ بنائے‘ خود اس کا نہ ہو جائے۔ پھر اسے بھی پتہ ہے کہ یہ رکوع وجود ہے‘ اٹھک بیٹھک ہے کرتا رہے۔ یہی وطیرہ ہے جو آجکل اقوام مغرب کا ہمارے ساتھ ہے‘ کہ نام تو اپنا دین محمد ہی رکھو لیکن زندگی اس طرح گزارو جس طرح ہم کہتے ہیں۔ ہمیں تمہاری مسلمانی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک کہو کہ ہم مسلمان ہیں‘ نام بھلے محمد دین‘ نور محمد رکھو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارے ساتھ مل کر شرابیں پیو‘ خنزیر کھاؤ‘ برہنہ ہو کر ناچو گاؤ۔ انہیں پتہ ہے کہ یہ غلام محمد‘ نور محمد‘ دین محمد کے نام ان کے کام نہیں آئیں گے۔ نام کا مسلمان ہونا مسلمانوں کے کام نہیں آئے گا۔ یہی فلسفہ شیطان کا بھی ہے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ نام مسلمانوں جیسے نہ رکھو۔ کردار چاہتا ہے اور کردار میں سے سب سے زیادہ زور اس بات پر لگاتا ہے کہ کوئی بندہ اللہ سے دوستی نہ کرے۔ کیونکہ اس پہ اس کا بس نہیں چلتا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان‘ منارہ 08-02-2002

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ○

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ○

وَیَزِیدُ اللّٰہُ الَّذِینَ اھتَدَوا ھُدًی وَالبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیرٌ عِندَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیرٌ مَّرَدًّا ○

قَالُوا سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ○

مولا یا صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک من زانت بہ العصر

مرور زمانہ نے اور سوا چودہ سو سال کی طویل مسافتوں نے بہت سی رسومات کو دین میں داخل کر لیا ہے اور بڑی عجیب بات ہے کہ ایسی چیزیں جن کا دین سے کوئی واسطہ نہیں‘ تعلق نہیں‘ جو قوموں کے میل سے یا عہد جہالت سے یا غیر مسلم اقوام سے بطور رسوم کے چلی آ رہی ہیں انہی کو ہم دین کا حصہ بنا لیتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حصہ نہیں بلکہ انہیں سارا دین ہی سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب کوئی ہمیں ان سے روکنے کی یا سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں دین سے یا نیکی سے روک رہا ہے۔

ان چودہ صدیوں میں مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے‘ مختلف نظریات میں ڈھل گئے‘ مختلف کرداروں میں چلے گئے لیکن یاد رہے کہ اختلاف اور مخالفت دو الگ چیزیں ہیں۔ اختلاف ایک فطری چیز ہے‘ انسانی مزاج کا حصہ ہے‘ وہ ضرور ہوتا ہے اور وہ بری بات نہیں ہے۔ اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ ارشاد فرماتے اسے سمجھنے میں لوگوں میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ مثلاً ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ غزوہ خندق سے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے زرہ نہیں کھولی‘ سر مبارک سے ”خود“ اتارا اور سر پر تین چلو پانی کے ڈالے کہ جبرائیل امین حاضر ہو گئے اور فرمایا کہ آپ زرہ نہیں اتاریے بلکہ اللہ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پہنچیے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ مجاہدین سے کہا جائے کہ کوئی بھی زرہ نہیں کھولے گا۔ بنو قریظہ پہنچو اور اس طرح پہنچو کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو۔ اب یہ جملہ بڑا سادہ سا تھا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو۔ چند میل فاصلہ تھا شہر سے‘ راستے میں عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ تو بعض صحابہ کی رائے یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ عصر وہاں جا کر پڑھو سے مراد یہ ہے کہ وہاں جلدی سے جلدی پہنچو۔ نماز تو ادا کرنی ہے وہاں پہنچ کر بھی کرنی ہے‘ یہاں بھی کرنی ہے اسے موخر کرنے کا کیا فائدہ بروقت کیوں نہ پڑھی جائے‘ اول وقت میں کیوں نہ پڑھی جائے۔ لیکن ان کے علاوہ ایک طبقہ ایسا تھا جنہوں نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ عصر وہاں جا کر پڑھو تو اب وہ موخر وقت میں ہوتی ہے یا دیر سے ہوتی ہے یا اول وقت ضائع ہوتا ہے‘ جو بھی ہو جائے ہم عصر کی نماز وہاں پہنچ کر ادا کریں گے۔ چنانچہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہلی رائے والوں نے عصر ادا کر لی' دوسری والے آگے بڑھتے رہے' رکے نہیں' انہوں نے وہاں پہنچ کر ادا کی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو وہ بھی پہنچ گئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود جلوہ افروز ہوئے اور وہاں پہنچ گئے۔اب یہ اختلاف بارگاہ نبوی میں پیش ہوا۔حضور نے سن کر سکوت اختیار فرمایا۔کسی کو درست نہیں فرمایا کسی کو غلط نہیں فرمایا۔آپ کے سکوت فرمانے سے مراد یہ ہے کہ دونوں آرا آپ نے قبول کر لیں۔ اس لئے کہ انسانی فہم میں شعور میں تفاوت ہے۔ دونوں جماعتوں مخلص تھیں' دونوں جماعتیں دل سے اطاعت گزار تھیں۔ رائے کا اختلاف اپنی اپنی سمجھ کی بنا پر ہوا کہ ایک طبقے نے یہ سمجھا کہ مراد یہ ہے کہ فوراً پہنچو۔نماز کو موخر کرنا مراد نہیں ہے' نماز تو وہاں پہنچ کر بھی ادا کرنی ہے تو یہاں کیوں نہ کر لی جائے۔دوسرے نے کہا کہ نہیں جو الفاظ حضور نے فرمائے ہیں ان کے مطابق عمل ہو۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے جس کا مفہوم ہے کہ اختلاف باعث برکت ہے۔اور بات کے سارے پہلو واضح ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے صحابہ میں جو اختلاف تھا اسے اصطلاحاً مشاجرات صحابہ کہتے ہیں۔انہیں جنگ و جدل یا لڑائی نہیں کہتے بلکہ جب صاحب کتاب لکھتے ہیں' صاحب علم حدیث لکھتے ہیں' مورخین لکھتے ہیں' مفسرین کرام لکھتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں ''مشاجرات صحابہ'' مشاجرہ' شجر سے ہے۔ درخت سے۔ جس طرح درخت سے زیادہ ٹہنیاں پھوٹیں' زیادہ پتے نکلیں تو سایہ گھنا ہو جاتا ہے اسی طرح یہ جو آرا کا اختلاف تھا صحابہ کا اس نے بعد میں آنے والوں کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے سارے پہلو واضح کر دیئے اور سایہ گھنا کر دیا۔

یہ اختلاف کہ کوئی ''آمین'' بلند آواز سے کہتا ہے کوئی خاموشی سے کہتا ہے' یہ رائے کا اختلاف ہے۔بلند آواز سے بھی ثابت ہے حضور سے خاموشی سے بھی ثابت ہے۔کوئی رفع یدین کرتا ہے کوئی نہیں کرتا لیکن جو نہیں کرتا ایک تکبیر پر تو وہ بھی کرتا ہے۔تکبیر اولیٰ پر تو سب ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ انکار تو نہیں ہوا۔ اب آگے اختلاف شروع ہوا۔اصول میں تو سب متفق ہو گئے کہ رفع یدین کرنا چاہئے یا آمین کہنا چاہئے یہ اصول ہے۔اب اختلاف اس رائے میں ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے یا دل میں کہی جائے۔اصول ہے کہ رفع یدین کیا جائے۔اب اس اصول میں تو کسی کو اختلاف نہیں' سارے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔اختلاف اس میں ہے کہ جب بھی اللہ اکبر کہا جائے' نماز میں ہاتھ اٹھایا جائے یا ایک ہی دفعہ پہ اٹھایا جائے۔یہ فروعات ہیں اس پہ کوئی لڑنے جھگڑنے والی بات نہیں ہے اس لئے حضور ﷺ نے اسے باعث برکت فرمایا ہے اور اس میں برکات ہیں۔

اختلاف اور مخالفت دو الگ چیزیں ہیں۔ اختلاف ایک فطری چیز ہے' انسانی مزاج کا حصہ ہے' وہ ضرور ہوتا ہے اور وہ بری بات نہیں ہے۔

ہمارے ہاں اختلاف نہیں ہے

ہمارے ہاں مخالفت ہے۔کوئی بھی کسی ایک رسم کے پیچھے لگ جاتا ہے۔آپ اسے روکیں نہیں صرف اس رسم میں ہی شریک نہ ہوں تو وہیں سے مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔جس میں کم از کم جو مخالفت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو خارج از اسلام ضرور کیا جاتا ہے یہ ہمارے ہاں کم از کم مخالفت ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔لیکن بعض اوقات تو بات لڑائی تک' ڈنڈے سوٹے سے گزر کر بندوق کی گولی تک جا پہنچتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے مفقود ہونے کے بعد جو زمانہ درمیان میں گزرا اسے عہد فطرت کہتے ہیں جس میں کسی کے پاس کوئی خبر نہیں تھی۔عہد فطرت میں اسلام کیا تھا کہ بندہ اللہ کا اقرار کر لے کہ کوئی ہے۔اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔اب وہ کیسا ہے' اس کی صفات کیا ہیں یہ بتانا تو نبی کا کام تھا۔اس کی عبادت کا کیا طریقہ ہے یہ بتانا تو نبی کا کام تھا۔کتاب کا کام تھا۔ جب تک کتاب نازل نہیں ہوئی' جب تک نبی مبعوث نہیں ہوا اس وقت صرف مان لینا ہی نجات کے لئے اور مومن ہونے کے لئے کافی تھا۔تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک سیاہ فام خاتون

www.naqshbandiaowaisiah.com

آ رہی تھی تو آپ نے اس سے پوچھ لیا کہ بی بی تمہارا کیا خیال ہے کہ خدا ہے؟ اس نے کہا بالکل' خدا ہے۔ آپ نے کہا' پھر کہاں ہے خدا؟ اس نے کہا اوپر بادلوں میں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' یہ مومنہ ہے۔ اب اس کی مجھ سے ملاقات ہوئی ہے' اب یہ مجھ پر ایمان نہ لائے' اب یہ میری بات قبول نہ کرے تو کفر ہوگا لیکن جب تک میری دعوت اس تک نہیں پہنچی یہ اتنے ہی کی مکلف تھی کہ خدا ہے۔

ہمارے علماوفقہا نے خصوصاً امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی ایسی بات کرتا ہے کہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے' اور اس بات کے سو معنی کئے جائیں' 99 کفر پر دلالت کرتے ہوں اور ایک اس میں ایسا معنیٰ بھی ہو جو کفر پر دلالت نہ کرتا ہو تو اس آدمی کو کافر نہ کہا جائے۔ اتنی عجلت نہ کی جائے کہ اس کی زبان سے نکلا اور اس پر فتویٰ ٹھونس دیا۔ اس کا تجزیہ کیا جائے' اس کے شعور کو' اس کے علم کو پرکھا جائے' اس کی حیثیت اور اس موقع کو دیکھا جائے شائد کسی دباؤ میں' کسی پریشر میں' کسی پریشانی میں کونسا کلمہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ ورنہ یوں تو بے شمار جملے زبان زد خاص و عام ہیں جو بالکل صریحاً کفر ہیں۔ مثلاً کبھی برزخ کی' مرنے والوں کی بات ہوتی ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کس نے دیکھا ہے جی جب جائیں گے پتہ چلے گا۔ اگر اس کے معنی کو لیا جائے تو بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو قرآن نے بتایا' جو حضور نے بتایا اس پر آپ کو یقین نہیں ہے۔ آپ اس خیال میں ہیں کہ میں جاؤں گا تو دیکھوں گا۔

تو اس کا ایک معنی تو یہ بھی ہوا کہ آپ کو اللہ پر اور اللہ کے حبیب ﷺ پر اور آپ کی دی ہوئی خبروں پر اعتبار نہیں۔ یہی تو کفر ہے۔ لیکن کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کہنے والا دل سے کافر ہے وہ حضور کو نہیں مانتا یا قرآن کو نہیں مانتا۔ ہاں یہ اس کی جہالت ہے اسے اظہار کا طریقہ نہیں آتا۔ وہ اس کی نادانی ہے ورنہ اس کے دل میں بھی محبت ہے محمد الرسول اللہ کی۔ اس کے دل میں بھی احترام ہے قرآن حکیم کا وہ بھی خدا کو مانتا ہے' آخرت کو مانتا ہے' اسے اظہار کا سلیقہ نہیں آتا یا وہ جاہل ہے یا ماحول اور معاشرے میں جہالت ہے۔ ایک جملے پہ اب ہم اس پر فتویٰ لگا دیتے ہیں کہ تمہاری عورت بھی گئی' تمہارا گھر بھی گیا' یہ ہوا وہ ہوا۔ اس طرح تو جینا مشکل ہو جائے گا۔

دین وہی ہے سادہ سیدھی سی بات جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دی عبادت وہی ہے جو حضور نے سکھا دی۔

اسی طرح کے بے شمار جملے جو آپس میں ہم ہر روز استعمال کرتے ہیں ان کا تجزیہ اگر اس انداز سے کیا جائے تو مسلمان تو شاید پھر کوئی بچے ہی نہیں۔ اس لئے کوئی معیار ہونا چاہئے۔

ایک معیار تو یہ ہے کہ باپ دادا سے جو رسم چلی آ رہی ہے۔ یہ تو کوئی معیار نہیں ہے' قرآن نے اس کی تردید کی ہے کہ باپ دادا اگر جاہل تھے اور انہوں نے اگر کوئی جہالت کی رسم ایجاد کر لی تو یہ کونسی دلیل ہے .... دوسرا معیار وہ عمل ہے جو سنت سے ثابت ہے تو سنت میں اختلاف ہے۔ اگر کوئی آکر کہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ نہیں ہے......

تیسرا معیار قرآن حکیم ہے کہ جو قرآن سے ثابت ہے اور قرآن کا ترجمہ کرتے وقت لوگ' اللہ ہم سب کو معاف کرے' ہم اپنے اپنے مزاج کے مطابق کرتے چلے جاتے ہیں۔ اب ضرور یقیناً اس میں کوتاہیاں خامیاں ضرور ہوتی ہوں گی لیکن کوئی ایسا معیار تو ہونا چاہئے بار الٰہا! کہ بندے کو نیکی کے نیکی ہونے کا یقین تو ہو سکے۔

سورۃ مریم کی اس آیۃ کریمہ میں جسے تلاوت کرنے کا مشرف میں نے حاصل کیا' اللہ نے وہ معیار بتایا ہے۔ کہا ہے کہ تم فتووں کو چھوڑ دو لوگوں سے پوچھنے کو چھوڑ دو' اپنی ذات کو تو دیکھو۔ یَزِیدُ اللّٰہُ الَّذِینَ اھْتَدَوْا ھُدًی نیکی کی' ہدایت کی خاصیت یہ ہے کہ اگر آپ نیک کام کرتے ہیں تو وہ آپ کو مزید نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یعنی ہر نیک کام کی خصوصیت یہ ہے کہ جو بھی نیک کام یا ھُدًی .... اب ہدایت کیا ہوگی' ہدایت ہوگی اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کے اندر اللہ کے حکم کی تعمیل اس طریقے سے جو طریقہ محمد الرسول اللہ ﷺ نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

سکھایا' یہ ہوگی ہدایت۔ کسی بھی کام میں.........

چونکہ ھدیٰ اور ہدایت عربی کے بہت وسیع المعانی لفظ ہیں اوران کا چھوٹا سا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح ترین طریقہ ہدایت کہلائے گا۔ وہ اگر عبادت میں ہوگا تو دین کی ہدایت ہوجائے گی' عقیدے میں ہوگا تو دین کی ہدایت ہوجائے گی۔ دنیاوی امور میں ایک کام کو اس کے صحیح طریقے کے مطابق ہم کرتے ہیں تو وہ ہدایت ہوگی۔ کر وہ بھی لیتا ہے جو ہدایت پر نہیں ہوتا۔ ایک آدمی کو کھانا بنانا نہیں آتا تو وہ اپنے کبھی ہاتھ جلائے گا' آٹا خراب کرے گا' روٹی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی' جلا کر پکائے گا' کچی رہ جائے گی لیکن پیٹ بھر لے گا وہ بھی اور جو صحیح طریقے سے پکائے گا وہ بھی پیٹ ہی بھرے گا:

ہر چہ دانا کند کند نادان
لیک بعد از خرابی بسیار

جو دانا کرتا ہے' کرتا بے وقوف بھی ویسا ہی ہے لیکن بے وقوف ہزار خرابیوں کے بعد ویسا کرتا ہے۔ اب پیٹ اس نے بھی بھرنا ہے' پیٹ اس نے بھی بھرنا ہے۔ عالم نے بھی' جاننے والے نے بھی' صاحب شعور نے بھی پیٹ ہی بھرنا ہے اور بے وقوف نے بھی پیٹ ہی بھرنا ہے لیکن وہ پیٹ بھرنے کے لئے ہاتھ بھی جلائے گا' ایندھن بھی ضائع کرے گا' کوئی برتن توڑے گا' روٹی کہیں سے کچی ہوگی کہیں سے جل گئی ہوگی تو تب جا کر کہیں پیٹ بھرے گا۔ اور یہ آرام سے آٹا گوندکر روٹی بنا کر فارغ ہوجائے گا۔ کہ جو بھی کام کے کرنے کا صحیح طریقہ ہوتا ہے اس کا اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے مختصر ہوتا ہے۔ اردو میں' عربی میں اور فارسی میں بھی مستعمل ہے کہ خطِ مستقیم۔ سیدھا خط۔

خط وہ سیدھی لائن ہوتی ہے جو دو نقطوں کو ملاتی ہے۔ آپ دونقطوں کے درمیان جتنی لائنیں بنائیں گے وہ لمبی ہوں گی ایک ان میں خط مستقیم ہوگا جو سب سے مختصر ہوگا۔ اس کے علاوہ جتنی لکیریں لگائیں گے وہ ٹیڑھی میڑھی بھی ہوں گی' کوئی قوس بن جائے گی' کسی میں موڑ آ جائیں گے اور وہ ساری یقیناً اس سے لمبی ہوں گی اس لئے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ آسان ہوتا ہے۔ وہ مختصر ہوتا ہے۔ خط مستقیم کی طرح۔ یہی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی ریاضی کے اصول کے تحت سمجھائی۔ آپ نے ایک لکیر لگائی زمین پر اور اس کے ساتھ مزید کئی لکیریں لگائیں۔ فرمایا' دیکھو یہ ایک لکیر ان دونقطوں کے درمیان سیدھی ہے۔ جو سیدھی اس نقطے پر جا رہی ہے۔ باقی مختلف اطراف میں جا رہی ہیں۔ دین یہ ایک لکیر ہے جو اس سے دائیں کو نکل جاتا ہے تو دین سے باہر جا رہا ہے' بائیں کو نکل جاتا ہے تو دین سے باہر جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیدین کے موقع پر' عید کے روز اشراق ادا نہیں فرمائے بلکہ نماز عید کو اشراق کا قائم مقام قرار دیا۔

میں نے کہا' اللہ نے مجھے دین کی سمجھ تو دی ہے' میں نے افتاء کا امتحان نہیں دیا' میرے پاس افتاء کی سند نہیں ہے لیکن مسئلہ تو بیان کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم عید گاہ میں عید پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے۔ جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا حضور میں نے اشراق کے نوافل پڑھے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے جہنم جانے کے لئے تمہاری یہ عبادت ہی کافی ہے۔ وہ پریشان ہوگیا کہ میں نوافل ادا کر رہا ہوں آپ مجھے جہنم کا کہہ رہے ہیں۔ فرمایا جب حضور نے اس موقع پر نہیں پڑھے تو تم کون ہونے ہو اک نئی رسم ایجاد کرنے والے۔ یہ تمہارا منصب نہیں ہے کہ بتاؤ کس طرح کرنا ہے۔ یہ اس کا منصب ہے جسے اللہ نے اپنا رسول بنایا ہے۔ اسی طرح اب جمعہ کی دو رکعتیں کو کہیں کہ ہمارے پاس فرصت ہے ہم تین پڑھ لیں یا چار پڑھ لیں تو تین یا چار پڑھنے سے کیا نماز ہوجائے گی۔ سورۃ فاتحہ ہی پڑھی' تسبیح ہی پڑھی' رکوع وسجود ہی کیا.......... ہمیں دراصل اختیار نہیں ہے نہ اس پر اضافے کا نہ کمی کا۔ دین وہی ہے سادہ سیدھی سی بات جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دی' عبادت وہی ہے جو حضور نے سکھا دی۔

لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ اس عہد میں ہر رسم کے ساتھ بڑی دیدہ دلیری سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

قرآن کی آیت لکھ دی جاتی ہے جس کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ اور کبھی اسے حدیث سے ثابت کیا جاتا ہے جس کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا اور اتنا دکھ ہوتا ہے' حقیقت ہے کہ دل لرز جاتا ہے کہ یہ لوگ کیوں ایسا کرتے ہیں کہ اپنی بات کو منانے کے لئے........ میرے ایک عزیز ہیں ایک سادہ سا نکاح وطلاق کا مسئلہ تھا' غیر مسلم عدالت میں میاں نے بیوی کو لکھ دیا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں' بیوی نے قبول کر لیا' دستخط کر دیئے۔ مجھ سے انہوں نے مسئلہ پوچھا' میں مفتی نہیں ہوں۔ مفتی ہونا ایک اعزاز ہے لیکن میں نے کہا اللہ نے مجھے دین کی سمجھ تو دی ہے' میں نے افتاء پڑھا نہیں ہے' افتاء کا امتحان نہیں دیا' میرے پاس افتاء کی سند نہیں ہے۔ میں کبھی فتویٰ دیتا بھی نہیں ہوں۔ لیکن مسئلہ تو بیان کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ جب تم نے اپنے قلم سے دستخط کر دیئے تو طلاق واقع ہوگئی۔ It is very simple. عدالت کافر کی تھی' اگر کافر کی عدالت نہ ہوتی' تم گھر میں بیٹھ کر صرف دو گواہ ہوتے اور تم لکھ دیتے تو بات ختم ہو جاتی۔ صرف گواہوں کی ضرورت تھی۔ تو بھری عدالت میں تو گواہوں کا بھی شمار کوئی نہیں۔ ہاں! اگر کافر عدالت اپنی طرف سے فیصلہ دیتی کہ تمہارا نکاح فسق ہوگیا اور تم اس پر دستخط نہ کرتے تو صورت مختلف تھی' اسے خلع دینے کا اختیار نہیں تھا۔ لیکن جب طلاق دے چکے ہیں تو پھر بیویوں سے پیار جاگ اٹھتا ہے۔ مسائل جاگ اٹھتے ہیں' ضرورتیں جاگ اٹھتی ہیں' گھر اجڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو پہلے جو باتیں سوچنا چاہئیں تھیں ساری بعد میں سامنے آ جاتی ہیں۔ اب وہ اس Plea پہ گزارا کئے جا رہے ہیں کہ نہیں جی' حضرت جی سخت مزاج آدمی ہیں اور وہ کوئی مفتی تو نہیں ہیں۔ اب فتویٰ تو مجھ پر آ گیا' میں مفتی بھی نہیں ہوں اور مزاج بھی سخت ہے۔ اس میں میرے مزاج کی سختی نرمی کیا کرے گی۔ تو ہمارا رویہ یہ ہوگیا ہے کہ ہم اپنی خواہشات کے لئے دین میں مہر ڈالتے رہتے

> **مجھے دوستوں کے بہت خط آتے ہیں کہ نماز بھی باقاعدہ پڑھتا ہوں' صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا نماز کوئی کونین ہے کوئی دوائی ہے؟**

ہیں۔ کہیں قرآن کا حوالہ دے کہیں کسی بزرگ کا۔ آج کل تو ایک وطیرہ اور عام ہوگیا ہے کہ نام نہیں لیتے کہتے ہیں کہ بزرگوں نے یہ کہا ہے۔ بھئی کون بزرگ تھے کب انہوں نے کہا؟ جن کا آپ نام نہیں بتاتے مقام نہیں بتاتے پتہ نہیں انہوں نے کہا ہے یا آپ الزام لگا رہے ہیں۔ لیکن بے شمار تقریروں میں میں نے سنا ہے' بے شمار تحریروں میں میں نے پڑھا ہے کہ بزرگوں نے یہ کہا ہے' یہ کونسی دلیل ہے' کون ایسا بزرگ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے خلاف یا دین سے باہر جا کر کوئی بات کر سکتا ہے۔

بزرگی غلامی میں ہے' غلامی سے باہر نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں بزرگی ہے۔

؎ مدینہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

ساری عزت' ساری بزرگی غلامی میں ہے' مخالفت میں نہیں۔ تو ان سب الجھنوں کا حل........ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور جب سے نازل ہوا ہے قیامت تک اسے رہنا ہے۔ اس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے یہ ہمارے نصیب یا ہماری قسمت کہ ہم وہ تلاش کرتے نہیں' اب کتنی خوبصورت بات قرآن نے بتائی کہ جسے تم نیکی سمجھ کر کرتے ہو اس سے تمہارے مزاج میں صلاحیت اور نیک پن آ جانا چاہئے کہ مزید نیکیاں کرنے لگ جاؤ۔ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى جو ہدایت کا کام کرتے ہیں' جو ہدایت کی راہ پر چلتے ہیں اللہ انہیں مزید ہدایت کی مزید نیکی کی توفیق عطا فرما دیتا ہے' اضافہ کر دیتا ہے ان کی نیکی میں' اعمال میں' ان کی سوچوں میں' ان کی فکر میں۔ لہٰذا ہمیں سوچنا یہ چاہئے کہ میرے کس کام کی وجہ سے میرا مزاج نیک ہو رہا ہے۔ میں نے ایسا کیا کام کیا ہے کہ مجھے گناہوں میں کڑواہٹ محسوس ہونے لگ گئی ہے۔ یقیناً وہ کام نیکی ہے۔ کوئی ایسا کام میں نے کیا ہے جو مزید بھلائی کرنے کا خیال آتا ہے تو وہ کام ہدایت ہے' نیکی ہے۔ اگر کسی کام میں یہ تاثیر نہیں

تو وہ رسم ہے' رواج ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں میں اختلاف ہے یار۔ ایک سے مسئلہ پوچھو وہ مختلف بتاتا ہے' دوسرے سے پوچھو مختلف بتاتا ہے' ایک کچھ اور کہتا ہے دوسرا اور کہتا ہے۔ یہ فتویٰ تو اللہ نے دے دیا بھئی بندے کے اپنے اندر ہے کسی مولوی کے پاس جانے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے۔

آپ کے پاس تین مولویوں نے کہا ہے کہ اس طرح نماز ادا کرنی چاہئے' ایک ایک طرح بتاتا ہے دوسرا اس سے مختلف بتاتا ہے' تیسرا اس سے مختلف بتاتا ہے۔ آپ تینوں طرح سے پڑھ کر دیکھ لیں جو صحیح ہوگا اس پر سجدے مزید طویل کرنے کی لذت آئے گی۔ جو صحیح نہیں ہوگا وہ بوجھ لگ رہی ہوگی کہ جان چھڑاؤ یار یہ رکعت پوری کرو۔ جو صحیح ہوگا وہ مزاج بدل دے گا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے حیائی اور برائی سے روک دے گا' نہیں روکتا تو پھر ہم رسم ہی ادا کر رہے ہیں' اٹھ بیٹھ رہے ہیں' ایکسرسائز ہے۔ تو نیکی کا معیار یہ ہے۔

مجھے دوستوں کے بہت خط آتے ہیں کہ نماز بھی باقاعدہ پڑھتا ہوں' صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا نماز کوئی ٹونِک ہے کوئی دوائی ہے؟ یا نماز باقاعدہ پڑھتا ہوں' کاروبار نہیں چلتا' نماز کوئی عمل ہے کاروبار چلانے کا۔ نماز تو ایک رشتہ ہے رب العالمین کے ساتھ' لذت آشنائی ہے۔

؎ دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

یہ تو لذت آشنائی ہے۔ اس میں نفع و نقصان کی کیا بات ہے یا صحت و بیماری کا کیا دخل ہے یہ تو مزے کی بات ہے' صحت و بیماری کو کیا دخل۔ یہ تو مزے کی بات ہے' آپ کا ایک تعلق ہے' آپ مشتِ غبار ہیں اور پروردگار عالم کے حضور کھڑے ہو کر مخاطب ہوتے ہیں' باتیں کرتے ہیں' دکھ سکھ کرتے ہیں اور وہ کریم آپ کی سنتا ہے۔ میں نے بات اتنی لمبی اس لئے کی کہ وہ لذت حضوری جو ہے' بات کرنے میں

جس سے سنو وہ کہتا ہے کہ شیطان پریشان کرتا ہے' کوئی تو ایسا بھی ہو جو شیطان کو پریشان کرے' مسلمانی تو یہ ہے کہ ہمارے نام سے شیطان پریشان ہوا کرے۔

آپ کے سامنے کھڑا ہونے میں' جمالِ یار کو دیکھنے میں' سوچنے میں' محسوس کرنے میں کہ میں کس کے حضور میں ہوں۔ میں ہوں شے کیا؟...... یہ جو لذت حضوری ہے اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں بات لمبی کروں۔ تو یہ وہ لذت ہے کہ بعض اکابر صحابہؓ حضرت عثمانؓ بالخصوص وتر کی ایک رکعت میں تیس سپارے پڑھ لیتے تھے۔ اور فجر ہو جاتی تھی' رات گزر جاتی تھی۔ بعض اوقات رکوع سے پہلے آپ نے تیس سپارے بھی پڑھے ہیں۔ اتنا لمبا کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے' انہیں ہوش کب تھی کہ میں کھڑا ہوں۔ تھک نہیں جاتے کہ ہوش ہی نہیں ہے کہ بدن کہاں ہے اور تھک کون جاتا ہے۔ وہ ایسے نظارے میں کھو جاتے تھے کہ فارغ ہوں گے تو پتہ لگے گا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو عبادت کے لئے' تہجد کے لئے اٹھتے' محبوب کبریا حضرت عائشہؓ ام المومنین فداہ نفسی آپ فرماتی ہیں کہ کاشانہ نبوی پر ازواج مطہرات کے پاس کہیں چٹائی اور کمبل تھا' کسی خانہ اطہر میں دو کمبل تھے' کسی خانہ اقدس میں صرف ایک کمبل تھا آدھا نیچے بچھا لیا آدھا اوپر لے لیا اور جس گھر میں حضور جلوہ افروز ہوتے' ام المومنین اور نبی علیہ السلام دونوں کے لئے وہی بستر ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے حجرات مبارکہ تھے تو آپ فرماتی ہیں کہ میں لیٹ جاتی تھی پھر حضور اٹھتے تو مجھے کہتے کہ اے ابوبکر کی بیٹی میں کچھ وقت عبادت نہ کر لوں۔ اب انداز دیکھئے کہ اللہ کا رسول ہے جو فرما دے وہ دین ہے' حقوق زوجیت کا اتنا خیال ہے کہ عبادت کے لئے اجازت لے رہے ہیں۔ تو میں عرض کرتی بے شک۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے عبادت کے لئے اور فرماتی ہیں کہ جگہ اتنی ہوتی تھی کہ جب حضور کھڑے ہو جاتے تھے تو میں ٹانگیں بچھا لیتی تھی اور جب سجدے کے لئے جانا ہوتا تھا تو میں ٹانگیں سمیٹ لیتی تھی اور آپ رکوع و سجود فرما لیتے تو ساتھ پھر مجھے بھی جاگنا پڑتا' انتظار کرنا پڑتا' حضور کھڑے ہو جاتے تو میں سوچتی کہ اب اتنا وقت ہو گیا ہے کہ شاید آج ساری رات حضور

www.naqshbandiaowaisiah.com

رکوع نہ کریں اور سینہ اطہر سے اس طرح آواز آتی جیسے ہنڈیا کھولتی ہے۔ اور چشم مبارک برسنے لگتے تو ریشِ مبارک ساری تر ہو کر سینہ اطہر پر قطرے ٹپکتے۔ پھر آپ رکوع میں جاتے اور پھر میں سمجھتی کہ باقی رات آپ رکوع میں گزار دیں گے۔ پھر آپ سجدے میں جاتے تو یہ خیال ہوتا کہ اب سجدے سے اٹھنا گوارا نہیں ہے۔ تو یوں جب فجر ہوتی تو قدوم ہائے اقدس متورم ہو چکے ہوتے' سوجھ چکے ہوتے' تو فرماتی ہیں ایک دن میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دنیا بھر کو آپ کی شفاعت کی امید ہے۔ جو آپ کی امت ہے ساری اس بات پہ امید لگائے بیٹھی ہے کہ آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ بخشے جائیں گے تو آپ اپنے آپ پر اتنا بوجھ کیوں لیتے ہیں۔ فرماتی ہیں' حضور مسکرائے اور فرمایا! کہ کیا اس اعزاز کا میں شکر نہ ادا کروں۔ اللہ نے اگر مجھے یہ اعزاز بخشا ہے تو میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

یہ ضرورت کی بات نہیں تھی' یہ بات اس لذتِ ملاقات کی تھی۔ جب بات اللہ سے چھڑ گئی جمال الٰہی سامنے ہے' رسولِ رب کھڑا ہے اب وہ جمال کو بھی آنکھوں اور سینے میں اتار رہا ہے' باتیں بھی کئے جا رہا ہے' تجلیات بھی برس رہی ہیں وہ ایک جو' عجب چیز ہے لذت آشنائی۔ دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو۔ جسے اللہ نے نماز کی توفیق دی ہے تو کیا یہ احسان کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ساتھ بات کرنے کی اجازت بخشی ہے۔ اب اس میں ہماری دکانداری کا کیا تعلق ہے اور بیماری کا کیا تعلق ہے۔ تو ہم اسے کوئی نسخہ یا کوئی عمل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بندہ بے شک عبادت کرتا ہے تو کرے لیکن اللہ سے دوستی نہ کرے۔ اسے اپنا نہ بنائے' خود اس کا نہ ہو جائے۔ پھر اسے بھی پتہ ہے کہ یہ رکوع و سجود ہے' اٹھک بیٹھک ہے کرتا رہے۔ یہی وطیرہ ہے جو آجکل اقوام مغرب کا ہمارے ساتھ ہے' کہ نام تو اپنا دین محمد ہی رکھو' لیکن زندگی اس طرح

دین یہ ھے' نیکی یہ ھے اور ھدایت یہ ھے کہ جب ھم اس پر عمل کریں تو نیکی کرنے کا مزاج بنتا چلا جائے اور ھم مزید نیک ھوتے چلے جائیں۔

گزارو جس طرح ہم کہتے ہیں۔ ہمیں تمہاری مسلمانی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک کہو کہ ہم مسلمان ہیں' نام بھلے محمد دین' نور محمد رکھو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارے ساتھ مل کر شرابیں پیو' خنزیر کھاؤ' برہنہ ہو کر ناچو گاؤ۔ انہیں پتہ ہے کہ یہ غلام محمد' نور محمد' دین محمد کے نام ان کے کام نہیں آئیں گے۔ نام کا مسلمان ہونا مسلمانوں کے کام نہیں آئے گا۔ یہی فلسفہ شیطان کا بھی ہے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ نام مسلمانوں جیسے نہ رکھو۔ کردار چاہتا ہے اور کردار میں سے سب سے زیادہ زور اس بات پر لگاتا ہے کہ کوئی بندہ اللہ سے دوستی نہ کرے۔ کیونکہ اس پہ اس کا بس نہیں چلتا۔ وہ کریم ہے اس نے روز ازل سے کہہ دیا ہے جب یہ مکالمہ ہوا تھا نا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں۔ مجھے تو نے پیدا کیا آگ سے آگ تو بڑی اعلیٰ شے ہے۔ یہ صاف شفاف ہے اور یہ کیچڑ اور مٹی سے بنا ہے۔ رد ہو گیا راندہ درگاہ ہو گیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اے اللہ! جس کے لئے تو نے مجھے مردود قرار دیا ہے یہ میری پوجا کریں گے تیری عبادت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرا بھی جہنم بڑا وسیع ہے تجھے اور تیرے چاہنے والوں' سب کی جگہ اس میں موجود ہے۔ ہاں! لیکن ایک بات تو بھی کان کھول کر سن لے کہ جو بندہ میرا ہو جائے گا تو بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ جو کسی کا ہو جانا' رب کا ہو جانا' رب کو اپنا جان لینا' مان لینا اس بات پر وہ سارا زور لگاتا ہے کہ یہ بندہ میری رینج سے نکل جائے گا۔ تو اس لذت آشنائی پہ اسے کافی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن یار ایک بات تو ہے کہ جس سے سنو وہ کہتا ہے کہ شیطان پریشان کرتا ہے' کوئی تو ایسا بھی ہو جو شیطان کو پریشان کرے' مسلمانی تو یہ ہے کہ ہمارے نام سے شیطان پریشان ہوا کرے۔ لیکن ہم ہیں کہ ہر ایک کی شکایت ہے کہ شیطان مجھے پریشان کرتا ہے۔ شیطان تو راندہ درگاہ ہے اور تیرے ساتھ تو اللہ ہے اور اللہ کا حبیب ہے پھر تجھے کیسے پریشانی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ شاید تو اپنی

حمایت سے نکل گیا ہے دور ہو گیا ہے' واپس آ۔ اللہ کے حضور میں آ۔ بارگاہ عالی میں آ تو وہاں کہاں شیطان کا گزر ہو سکتا ہے۔ تیرا کیا بگاڑ سکے گا وہ۔ وہ خود اپنا سر پیٹے گا' پریشان ہو گا۔

تو حضرات دین یہ ہے' نیکی یہ ہے اور ہدایت یہ ہے کہ جب ہم اس پر عمل کریں تو نیکی کرنے کا مزاج بنتا چلا جائے اور ہم مزید نیک ہوتے چلے جائیں۔ اور کسی کام کے کرنے سے مزاج نہیں بدلتا تو وہ نیکی نہیں ہے رسم ہے رواج ہے۔ اس میں روح نہیں ہے یا وہ سرے سے دین ہے ہی نہیں۔ لیکن پھر وہ بات جو بندے سوچتے ہیں کہ مجھے ملازمت نہیں ملی' میرے بچے کی صحت ٹھیک نہیں ہوئی۔ بھلا اللہ اسے کیسے چھوڑ دے گا۔

اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ دنیا بڑی عارضی ہے اور مختصر سی ہے اس کا اپنا ایک ٹائم ٹیبل ہے اس میں صحت بھی ہے بیماری بھی ہے' افلاس بھی ہے فراخی بھی ہے۔ خود مجھے دیکھ لو میں نے 29 روپیہ ماہوار پر ملازمت کی ہے۔ میں کل اندازہ لگا رہا تھا کہ جن ملازمین کو تنخواہیں مجھے دینا ہوتی ہیں وہ کم از کم دس لاکھ ماہوار بنتی ہے۔ بندہ تو میں وہی ہوں۔ میں وہی آدمی ہوں جس نے 29 روپے ماہوار پر ملازمت کی ہے۔ آج اتنے لوگ میرے پاس ملازم ہیں کہ ہر مہینے مجھے تقریباً دس لاکھ روپیہ تنخواہ دینا پڑتی ہے۔ یہ تو دنیا کا ایک ٹائم ٹیبل ہے جو اس نے ترتیب دے دیا ہے۔ بندہ اِس حال سے بھی گزرے گا بندہ اُس حال سے بھی گزرے گا۔ بالآخر موت کے منظر سے گزرے گا' برزخ میں جائے گا۔ میدان حشر میں کھڑا ہو گا تو فرمایا' یار ان باتوں کو میرے ساتھ نہ لے جایا کرو کہ یہ ہو جائے' وہ ہو جائے اس لئے کہ مزہ اس میں ہے کہ یہ جو آپ نیکیاں کرتے ہو یہ باقی رہیں' یہ سب سے بڑی بات ہے۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک یہ بات سب سے بہتر ہے کہ تمہاری نیکیاں باقی رہیں۔ اور یہ مت سوچو کہ بندہ امیر ہو گا تو بہت نیکیاں کر سکے گا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ میں جس حیثیت میں ہوں اگر میں ایک لاکھ بھی اس کی راہ میں دے دوں تو مجھے وہ فرق نہیں پڑتا جس کے پاس دو روپے ہوں اور وہ ایک روپیہ دے دے تو گویا اس نے آدھی دولت دے دی تو اس کے مقابلے میں میں نے کیا دیا۔ غریبی امیری اس کے ہاں فرق نہیں ڈالتی وہ تو آدمی کے پاس تین لقمے ہیں وہ ایک اللہ کی راہ میں دے دیتا ہے تو کروڑ پتی ایک کروڑ دیتا ہے تو وہ ایک لقمہ اس ایک کروڑ سے اسے زیادہ عزیز ہے جو کسی بے بس نے' فقیر نے' محتاج نے دے دیا۔ غریبی امیری سے اس کے ساتھ تعلق میں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ اس کے لئے امیر غریب فقیر سارے بندے ہیں اور غریبی امیری فقیری وہ خود بانٹتا ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اسے میں نے وہاں رکھا ہوا ہے اُسے وہاں رکھا ہوا ہے۔ ہمارے لئے فرق پڑتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ امیر آدمی ہے اس سے دوستی ہونی چاہئے یا ایک بھوکا ہے' آئے گا تو کچھ مانگے گا اس کے سلام کا جواب نہ دو یہ فرق ہمیں پڑتا ہے۔ اس کے تو سبھی ہیں۔ فقیر بھی اس کے اپنے ہیں' امیر بھی اس کے اپنے ہیں۔ حکمران بھی اس کے اپنے ہیں اور رعیتیں بھی اس کی اپنی ہیں۔ ہر چیز ہی اس کی اپنی ہے اور اس کا اپنا ایک ٹائم ٹیبل ہے' اس کو علم ہوتا رہتا ہے۔

ایک آدمی کو پکڑ کر بادشاہ بنا دیتا ہے اور پھر اسے ایک عام آدمی سے سولی لٹکوا دیتا ہے۔

شاہوں کو گدا کر دے' گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

فرمایا ان چیزوں سے میری محبت کو نہ تولو۔ محبت تو ایک لازوال رشتہ ہے۔ غریب ہو گا تو بھی رہے گی' امیر ہو گا تو بھی رہے گی اور جب تم میرے پاس آؤ گے تو تمہارے ساتھ میری محبت ہو گی۔ تمہارے دائیں بائیں میری محبتیں ہوں گی۔ میری چاہتیں ہوں گی اور فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے' مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ جب تم میرے پاس آؤ .... تم دنیا میں فقیر تھے لیکن دنیا میں تو دنیا کا سکہ چلتا ہے۔ یہ ملک اور ہے' یہ وطن اور ہے۔ یہاں محبت الٰہی کا سکہ چلتا ہے یہاں وہی کروڑ پتی ہے جس نے کروڑوں گنا محبتیں جیت لیں۔ یہاں وہی مفلس ہے جس کے پاس محبت کا سکہ نہیں ہے۔

تو میری عبادت کو دنیوی معاملات میں نہ تولو بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارے ساتھ کتنی چاہتیں ہوں' کتنی محبتیں ہوں' کتنی الفتیں ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

کافروں کی بقا اور قوت کا سبب

دو باتیں کافروں کی قوت اور بقا کا سبب ہیں ایک بات تو یہ ہے کہ عالم کفر کے لئے کوئی چیلنج نہیں رہا۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس سے انہیں خطرہ ہو' جو انہیں کاٹ سکتا ہو' جو انہیں جلا سکتا ہو۔ ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جسے وہ قانون کہتے ہیں وہ غلط ہے' وہ ظلم پر مبنی ہے یا وہ جیسا بھی ہے' ہم اسے جو بھی کہیں' لیکن جسے وہ قانون مانتے ہیں اس قانون کی ان پر حکمرانی ہے۔ آپ کسی بھی کافر ملک میں چلے جایئے آپ دیکھیں گے کہ غلطی خواہ وزیر کرتا ہے یا صدر کرتا ہے یا بادشاہ کرتا ہے تو اس کا محاسبہ ہوتا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا میں نے بھی دیکھا کہ صدر امریکہ پر الزام لگا تو ایک عام وکیل کو بطور جج مقرر کر دیا گیا۔ اب اس جج میں یا قانون میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے بل کلنٹن کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور عام لوہے کی کرسی پر بٹھایا' کئی گھنٹے اس سے سوال جواب کرتا رہا۔ یعنی دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ ان کے لئے چیلنج کوئی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جسے وہ خود قانون سمجھتے ہیں اس کی ان پر حکمرانی ہے اور اس کا وہ احترام کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں ان کی قوت اور ان کی بقا کا سبب ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع دارالعرفان 05-02-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ٥

آج کی دنیا میں جب ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں تو سب سے عجیب تر بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی قوم بہ اعتبار افرادی قوت کے مسلمان ہے۔ دنیا میں کم و بیش 122 اقوام شمار کی جاتی ہیں۔ ایک سو بائیس کے بعد جو ہیں وہ اقوام نہیں ہیں قبائل ہیں' کسی نہ کسی قوم کا حصہ ہیں اور ایک سو بائیس اقوام کی کل آبادی چھ سو کروڑ یا لگ بھگ چھ ارب ہے' چھ ارب میں سے قدرے کم ہے۔ عددی اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد اس میں دو سو کروڑ یا دو ارب بنتی ہے یعنی دنیا کا ہر تیسرا بندہ مسلمان ہے اور ایک سو اکیس اقوام میں تقسیم ہوتے ہیں باقی چار ارب۔ افرادی اعتبار سے مسلمان سب سے بڑی قوم ہے۔ اس کے بعد ہوتے ہیں وسائل' وسائل میں سرفہرست رزق ہوتا ہے' ذرائع آمدن ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کے وسائل ہیں ان میں غلے سے لے کر جدید ترین وسائل تک' ایٹمی ذرات تک' ایٹمی قوت تک یا لیزر ٹیکنالوجی تک' جدید ترین چیزوں تک' وسائل کے اعتبار سے' دنیا میں جتنے وسائل ہیں ان کا اسی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ بیس فیصد دوسری قوموں کے پاس ہے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے کو سامنے رکھ کر دیکھیں گے تو آپ کو سمجھ آئے گی کہ تمام زرخیز وادیاں' سارے بلند ترین پہاڑ' ساری سرسبز گھاٹیاں' زرخیز میدان اور سونے اور جواہرات کی کانیں' قیمتی پتھروں کی کانیں' تیل اور گیس کے ذخیرے اور سارے گرم پانیوں کی بہترین بندرگاہیں آپ کو کسی نہ کسی مسلمان ریاست میں نظر آئیں گی۔

اہل مغرب نے جو اعداد و شمار دیئے ہیں' ان کے مطابق دنیا کے وسائل کا 42 فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ لیکن یہ انہوں نے ان وسائل کو کم سے کم ظاہر کرنے کے لئے اپنا پورا زور لگانے کے بعد 42 فیصد کہا۔ اگر ہم ان کی ہی بات مان لیں اور 42 فیصد ہی شمار کر لیں تو ایک قوم کے پاس 42 فیصد اور ایک سو اکیس قوموں کے 58 فیصد ہو تو تب بھی کوئی ریشو نہیں بنتی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس دراصل 80 فیصد وسائل ہیں۔ تیسرا ہوتا ہے دنیاوی علم۔ دنیاوی ترقی کے لئے علم شرط ہوتا ہے' دنیاوی معاملات کو سمجھنا شرط ہوتا ہے۔

علم کے معنی ہیں' جاننا۔ جہالت ہوتی ہے نہ جاننا۔ علمی اعتبار سے آپ روئے زمین کی کسی جدید سے جدید ترین لیبارٹری کو دیکھ لیں' آپ کو وہاں مسلمان کام کرتے نظر آئیں گے۔ آپ دنیا میں کہیں متوسط طبقے کے تاجروں کو دیکھیں ان میں آپ کو مسلمان نظر آئیں گے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ دنیا میں کہیں کسی ملک میں لیبر کو شمار کر لیں اس میں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی۔ کہیں جہاں زراعت اور کاشت کاری ہوتی ہے وہاں جا کر دیکھ لیں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی۔ مزدوری سے لے کر اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی تک مسلمان ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود مسلمان تختہ ستم بنے ہوئے ہیں اور دنیا کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ہر جگہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہیں' شب و روز پانی کی طرح مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور کوئی اس پر آنسو گرانے والا بھی نہیں ہے۔ مشرقی تیمور میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جھگڑا ہوا۔ ایک ہفتہ حالات خراب رہے دوسرے ہفتے مسلمانوں سے حکومت لے کر اقوام متحدہ نے عیسائیوں کے سپرد کر دی حالانکہ وہاں بڑی مدت سے مسلمانوں کی حکومت چلی آ رہی تھی۔ اقوام متحدہ کی فوج بھی پہنچ گئی' مسلمانوں کو بے دست و پا کر دیا گیا' ان سے حکومت بھی لے لی گئی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ یوگنڈا میں عیدی امین کی حکومت تھی۔ اس وقت یہی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ عیسائیوں پر ظلم ہو رہا ہے اور مسلمانوں سے حکومت لے کر عیسائیوں کے سپرد کر دی گئی۔ وہی اقوام متحدہ ہے' وہی سلامتی کونسل ہے' لیکن پوری دنیا میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس کی انہیں کوئی بھنک سنائی نہیں پڑتی۔ روز آبروریزی ہوتی ہے کشمیر میں' بندے قتل ہوتے ہیں اس کا بھی اسے کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔ فلسطین پر تباہی آتی ہے اس کا بھی اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ جب لبنان اجڑتا ہے اس کا بھی اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ الجزائر میں ہو رہا ہے وہ بھی اسے نظر نہیں آتا۔ جو کچھ ایشیائی ریاستوں میں ہوا اور جس طرح کے مظالم ہوئے وہ بھی اسے نظر نہیں آتے۔ اب جو کچھ افغانستان پر بیتی وہ بھی کسی کو نظر نہیں آتی۔ یہ تو تاریخ فیصلہ کرے گی کہ چنگیز خان' ہلاکو اور ہٹلر محض بدنام تھے' ظلم تو اب ہوا ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

آخر اس ذلت و رسوائی کا کوئی سبب تو ہونا

> **ہر جگہ شب و روز پانی کی طرح مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور کوئی اس پر آنسو گرانے والا بھی نہیں ہے۔**

چاہئے۔ ہم جو اپنے لئے سوچتے ہیں' ہم جو اپنے بچوں کے لئے سوچتے ہیں' ہم جو کبھی اپنی دنیاوی یا اخروی بہتری کے لئے سوچتے ہیں' ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی ایک قطرہ دریا سے الگ ہو کر باقی نہیں رہتا۔

؎ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

وہی موجیں جو بہت ہیبت ناک نظر آتی ہیں صرف اس لئے کہ ان کے نیچے دریا بہہ رہا ہوتا ہے وہی موج کنارے سے باہر نکل جائے تو اس کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور اسے ریت جذب کر لیتی ہے۔ اسی طرح افراد...... میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی ایسا بے خبر ہو جو اپنے بارے میں نہ سوچتا ہو۔ لیکن ہماری اس سوچ کا فائدہ نہیں ہوتا کہ یہ انفرادی ہوتی ہے۔ جب تک اجتماعی بہتری کے لئے نہ سوچا جائے افراد کا فائدہ نہیں ہوتا۔

جنہیں ہم کافر سمجھتے ہیں اور قابل گردن زدنی سمجھتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب فوراً آ جانا چاہئے اور یہ زمین پر کیوں باقی ہیں' وہ کیوں باقی ہیں؟ شراب پیتے ہیں' خنزیر کھاتے ہیں' چوہے' مینڈک' سانپ کھاتے ہیں' کتے کھاتے ہیں' کیڑے مکوڑے کھا جاتے ہیں' حلال حرام کی تمیز نہیں ہے۔ عزت و آبرو کی کوئی تمیز نہیں ہے پھر بھی وہ کم از کم ہم سے تو طاقتور ہیں۔ جب جی چاہتا ہے ہم پر مہربانی کرتے ہیں اور جب جی چاہتا ہے ہمیں مارتے پیٹتے ہیں اور ہم ہیں کہ فریاد کے قابل بھی نہیں۔ کوئی تو سبب ہوگا' کوئی تو وجہ ہوگی۔ میری ذاتی رائے میں ہمیں پہلے کافروں کی بقا کا سبب تلاش کرنا چاہئے۔

زمین پر گندم کی کھیتی بھی ہوتی ہے' پھلدار درخت بھی ہوتے ہیں اور اسی زمین پر تھور اور جنگلی پودے بھی ہوتے ہیں۔ آپ جنگلی پودوں کو' جھاڑ جھنکار کو' تھور کو دیکھیں تو انہیں صرف ایک تحفظ چاہئے کہ کوئی انہیں کاٹے نہیں' جلائے نہیں' پھر انہیں کوئی پانی دے نہ دے' گوڈی کرے نہ کرے' حفاظت کرے نہ کرے'

www.naqshbandiaowaisiah.com

پھر وہ پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔ یہی حال عالم کفر کا ہے کہ کوئی انہیں چیلنج کرنے والا نہ ہو کیونکہ یہ جھاڑ جھنکار ہیں' یہ تھور کے پودے ہیں' انہیں گوڈی کی ضرورت نہیں ہے' انہیں پانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کوئی پھلدار درخت لگاتے ہیں' آپ کو صرف رکھوالی نہیں کرنی پڑے گی بلکہ آپ کو کھاد ڈالنی پڑے گی' گوڈی کرنی پڑے گی' پانی دینا پڑے گا' پھل آئے گا تو اسے بچانے کے لئے اس پر لفافے چڑھائیں گے آپ کپڑے کے بنا بنا کر' کبھی کسی نے تھور کے پھل پر چڑھائے ہیں' کیکر کے پھل پر کبھی کسی نے چڑھائے ہیں؟ نہیں' اس لئے کہ انہیں ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ انہیں کوئی چھیڑتا ہی نہیں ہے وہ ایسے ہی پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم گندم اگاتے ہیں تو اس کے لئے زمین تیار کرنی ہوگی' محنت کرنی ہوگی' اسے پانی دینا ہوگا۔ پھر اس کی حفاظت کرنی ہوگی۔ پھر ایک ایک دانہ احتیاط سے اکٹھا کرنا ہوگا۔

ایک بات تو یہ ہے کہ عالم کفر کے لئے کوئی چیلنج نہیں رہا۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس سے انہیں خطرہ ہو' جو انہیں کاٹ سکتا ہو' جو انہیں جلا سکتا ہو۔ ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جسے وہ قانون کہتے ہیں وہ غلط ہے' وہ ظلم پر مبنی ہے یا وہ جیسا بھی ہے' ہم اسے جو بھی کہیں' لیکن جسے وہ قانون مانتے ہیں اس قانون کی ان پر حکمرانی ہے۔ آپ کسی بھی کافر ملک میں چلے جایئے آپ دیکھیں گے کہ غلطی خواہ وزیر کرتا ہے یا صدر کرتا ہے یا بادشاہ کرتا ہے تو اس کا محاسبہ ہوتا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا میں نے بھی دیکھا کہ صدر امریکہ پر الزام لگا تو ایک عام وکیل کو بطور جج مقرر کر دیا گیا۔ اب اس جج میں یا قانون میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے بل کلنٹن کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور عام لوہے کی کرسی پر بٹھایا' کئی گھنٹے اس سے سوال جواب کرتا رہا۔

یعنی دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ ان کے لئے چیلنج کوئی نہیں ہے اور دوسری بات یہ

چنگیز خان' ہلاکو اور ہٹلر محض بدنام تھے' ظلم تو اب ہوا ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

ہے کہ جسے وہ خود قانون سمجھتے ہیں اس کی ان پر حکمرانی ہے اور اس کا وہ احترام کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں ان کی قوت کا سبب بھی ہیں اور ان کی بقا کا سبب بھی ہیں۔

اب مقابلے میں آیئے عالم اسلام کو دیکھئے۔ پورا عالم اسلام اپنے قانون سے بیگانہ ہے۔ روئے زمین پر کوئی ایک گاؤں ایسا نہیں ہے جس پر اسلام کی حکومت ہو۔ مسلمانوں کی حکومتیں تو ہیں لیکن مسلمان حکومتیں کفار کی پیروی کرتی ہیں۔ آئین و دستور' قانون' انصاف ان سے مستعار لیتی ہیں اور پھر دوسری مزے کی بات یہ ہے کہ پھر اس قانون کی بھی پابندی نہیں کرتیں۔ یعنی جو ان سے مستعار لیتی ہیں اس کو بھی توڑنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں یہ قوت ہی نہیں رہی کہ ہم کافروں کے لئے چیلنج بنیں۔

آج کے اس عہد میں ہمارے پاس سب سے بڑی جماعت تبلیغی جماعت ہے جو صرف تبلیغ کا کام کرتی ہے اور پورے خلوص سے کرتی ہے۔ لوگوں نے عمریں صرف کر دیں دھکے کھاتے ہوئے اپنے خرچ پر اپنے بستر اٹھائے ہوئے' پیدل سفر کرتے کرتے زمین کو تھکا دیا لیکن کفر کے لئے چیلنج نہ بن سکے کیونکہ ان کا سارا زور بھی اپنوں پر ہی ہے۔ جتنی بھی قوت بیان پر صرف کرتے ہیں' جتنا بھی سفر کرتے ہیں اس سے کفر کو کوئی زد نہیں پہنچتی۔

میں پچھلے دنوں ایک کتاب دیکھ رہا تھا کسی تبلیغی بھائی نے لکھی تھی' اللہ ان کی کوششیں قبول فرمائے' بالآخر دین ہی کا کام کر رہے ہیں' یہ بھی اچھی بات ہے' کم از کم مسلمانوں کو تو یاد دلا رہے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی باتیں بہت دوررس نتائج مرتب کرتی ہیں اور قوموں کی چھوٹی غلطیاں افراد کو مرکز سے بہت دور پھینک دیتی ہیں۔ اب اس کتاب میں بڑے دلائل دیئے گئے تھے اور اس میں جو Heading (عنوانات) اور سرخیاں جو لگائی گئی تھیں وہ بھی کچھ اس طرح تھیں' طائف میں گشت' جہاں جہاں حضور ﷺ تشریف لے گئے اعلانِ نبوت کے بعد'

www.naqshbandiaowaisiah.com

ان سب حوالوں میں ان کی سرخیاں اسی قسم کی تھیں کہ ''فلاں قبیلے میں گشت' فلاں قبیلے میں گشت' لیکن اس میں کتاب لکھنے والے کو بھی اور کتاب پڑھنے والوں کو بھی ایک چھوٹی سی ٹھوکر لگی کہ نبی کریم ﷺ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں کفار کا گڑھ تھا' جگر تھا کفر کا اور حضور ﷺ ان کے لئے چیلنج بن گئے۔ لیکن آپ (تبلیغی جماعت والے) جہاں بھی جاتے ہیں کلمہ گو کے پاس جاتے ہیں۔

ببیں تفاوت را از کجا است تا بکجا

حضور ﷺ کی جتنی مسافتیں ہیں یا سفر ہیں یا جہاں جہاں آپ تشریف لے گئے ایک بار بھی آپ ثابت نہیں کر سکتے کہ آپ ﷺ کسی مسلمان قبیلے میں تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوں۔ آقائے نامدار ﷺ نے تمام تبلیغی سفر مشرکین اور کفار کی جانب کئے اور ان میں بھی حضور ﷺ ہمیشہ انتخاب فرمایا کرتے تھے کہ ان میں بااثر کون ہے' ان کا مرکز کہاں ہے اور کون ایسا ہے کہ جس ایک کے بدل جانے سے کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

ایک رسالہ پاکستان بننے سے پہلے آیا کرتا تھا دہلی سے 'شمع'۔ اس میں مختلف مضامین ہوتے تھے' اس میں بعض مضامین دینی بھی ہوتے تھے جس طرح آج کل کے ڈائجسٹوں میں رواج ہے کہ ایک آدھ موضوع دین کے متعلق بھی ہوتا ہے یا کسی بزرگ کی کہانی ہوتی ہے' اسی طرح اس رسالہ ''شمع'' میں بھی ایک آدھ مضمون اسلام پر' دینی موضوع پر ہوتا تھا۔ باقی چونکہ عام ماہوار میگزین تھا۔ تو مختلف افسانے' ناول وغیرہ قسم کے مضامین ہوتے تھے' شعر و شاعری ہوتی تھی۔ میں نے اس میں ایک ہندو پروفیسر کا ایک مضمون پڑھا ''پیغمبر اسلام کی شادیاں'' اس ہندو پروفیسر نے تجزیہ کر کے بتایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کون سی شادی کرنے سے کون سا قبیلہ مسلمان ہوا اور اسلام کو کتنی قوت ملی۔ اس ہندو پروفیسر نے آپ ﷺ کی ایک ایک شادی کو اتنی خوبصورتی اور

> **نبی کریم ﷺ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں کفار کا گڑھ تھا (تبلیغی جماعت والے) جہاں بھی جاتے ہیں کلمہ گو کے پاس جاتے ہیں۔**

جامعیت سے رقم کیا اور زیر بحث لایا اور اس نے اس سے پہلے جو مضمون باندھا وہ یہ تھا کہ اگر پیغمبر اسلام شادیوں کے شوقین ہوتے تو نوجوانی میں کرتے' کہولت میں کرتے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی پہلی شادی خدیجہ الکبریٰ ؓ سے فرمائی تو ان کی عمر آپ ﷺ سے زیادہ تھی اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ اب جب آپ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے وصال پر حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے شادی کی۔ اس کے بعد جتنی ازواج مطہرات آئیں' ان میں سے ایک ایک ام المومنین کے آنے سے ایسے ایسے قبیلے اسلام میں داخل ہوئے جو اسلام کی قوت بنے۔ اتنی تحقیق ایک ہندو کے پاس تھی اور میں نیویارک میں تھا تو مجھے ایک مولانا ملے اور انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ یہاں کبھی ازواج مطہرات کا ذکر نہ چھیڑنا اس پر یہ لوگ بہت اعتراض کرتے ہیں اور اسے برا محسوس کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اتنی شادیاں کیوں کیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ کبھی اس موضوع کو پڑھ لیتے اور پھر آپ اسے بیان کرتے کہ ایک ایک زوجہ محترمہ سے' ایک ایک ام المومنین سے کتنی بڑی تبدیلیاں آئیں اور کتنا بڑا انقلاب آیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہندو محقق بھی بعض اوقات ہم میں سے اکثر سے زیادہ جانتے ہیں۔ رہی بات اتباع کی تو جہاں تک میرا تجربہ ہے ہم اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے جواز تلاش کرتے رہتے ہیں اور اسے اسلامی رنگ دیتے رہتے ہیں۔ اسلام نام ہے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر محمد الرسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کا۔ اسلام نام ہے کہ اپنا فیصلہ خود نہ کیا جائے اللہ سے اور اللہ کے حبیب ﷺ سے لیا جائے۔ ہم کرتے یہ ہیں کہ جو ہم چاہتے ہیں وہ ہو جائے اور اس پر اسلام کا رنگ بھی ہو اور اس کے لئے ہم جواز اور حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب ہم خود ذاتی طور پر اسلام سے باوفا نہیں ہیں۔ وفا شعار نہیں ہیں' اسلام سے ہمارا

اتنا تعلق نہیں ہے تو ہم کفر کے لئے چیلنج کب بنیں گے۔اور پھر جب کفر کے لئے چیلنج نہیں بن سکتے تھے تو کم از کم اپنی حیثیت کو ہی بحال رکھتے تو تب بھی کوئی بات تھی لیکن ہم نے اتباع شریعت کو چھوڑ کر کفار کی پیروی شروع کر لی تو بتائیے کہ دنیاوی لحاظ سے غالب کون ہوگا؟ پیچھے چلنے والا یا آگے چلنے والا۔ مار کسے پڑے گی' بوجھ کس پر آئے گا جو پیچھے چل رہا ہے۔ آگے چلنے والا تو لیڈر ہوگا۔ یہ ہمارا مرض ہے' یہ بیماری ہے۔ ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ روئے زمین پر نصف صدی بعد پھر سے خلافت اسلامیہ کا احیا کر سکیں۔ زمین پر ایک چھوٹا سا ٹکڑا جس کے لوگ بھوکے' مفلس' قلاش تھے لیکن جہاں قانون اسلام کا تھا' کفر کی نظر اس پر تھی کہ اس پودے کو اکھاڑ دینا چاہئے۔ کیا پورے عالم اسلام میں سے کسی نے یہ کیا ہے کہ نہیں اسے بچنا چاہئے۔ تو جب ہماری بے حسی کا یہ عالم ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم کفر کے لئے چیلنج بن جائیں گے اور کفر کا مقابلہ کریں گے۔ اور جب مقابل ہی کوئی نہیں تو کفر پھلے گا' پھولے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی مرضی وہ اس پر آج عذاب بھیج دے' کل تباہ کر دے' مزید مہلت دے دے' یہ تو اس کی مرضی ہے۔ وہ تو اس کا اپنا معاملہ ہے۔ اس کے پاس تو کوئی وقت کی کمی نہیں ہے۔ میرے اور آپ کی طرح وہ وقت کا محتاج نہیں ہے' وقت اس کی مخلوق ہے۔ وہ تو ایسا کریم ہے کہ آخر ہمیں بھی تو پال ہی رہا ہے۔ کافر تو کافر ہے' مجرم ہے لیکن ہم جو نام کے مسلمان ہیں اور ہمارا کردار کافرانہ ہے کیا ہم اس سے زیادہ قابل نفرت نہیں ہیں' ہمیں بھی تو پال رہا ہے نا۔ وہی ان کو بھی پال رہا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کفار اپنے آئین و دستور یا قانون جو وہ بناتے ہیں اس کی پابندی کیوں کرتے ہیں؟ میری ذاتی رائے میں ان کے قانون بنانے والے لوگ یا دستور ساز جو اسمبلیاں ہوتی ہیں یا اس میں جو افراد ہوتے ہیں ان پر انہیں اعتماد بھی ہوتا ہے اور ان کا وہ احترام

> **لیکن ہم نے اتباع شریعت کو چھوڑ کر کفار کی پیروی شروع کر لی تو بتائیے کہ دنیاوی لحاظ سے غالب کون ہوگا؟ پیچھے چلنے والا یا آگے چلنے والا۔**

بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود قانون بناتے ہیں' انہیں ایک تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اسے ہمارے اپنوں نے بنایا ہے اور یہ ہمارا بڑا قابل فخر انسان ہے۔ پھر اس اپنایت کی وجہ سے اس قانون کو اپنا لیتے ہیں کہ یہ ہمارا اپنا قانون ہے۔ اور وہاں وہ رک جاتے ہیں کہ یہ قانون ہے اور اس سے باہر نہیں آنا۔ اب اگر ہم میں یہ بات آ جائے کہ یہ جسے ہم قانون کہتے ہیں' یہ جسے ہم شریعت کہتے ہیں' یہ جسے ہم فقہ کہتے ہیں یہ کسی ہمارے اپنے نے عطا کی ہے۔ یہاں فرق ہے۔ نبی کو ماننا تقاضائے ایمان ہے اور نبی کو اپنا نبی ماننا اس کا تعلق عمل اور کردار سے ہے۔ کلمہ پڑھ کر آدمی مسلمان تو ہو جاتا ہے لیکن ایمان تب ہی کامل ہوتا ہے جب دل بھی اس بات کو چاہے کہ یہ نبی میرا نبی ہے۔ یہ داناترین شخص ہے' اس کو مجھ سے اتنی محبت ہے کہ یہ ہمیشہ میری بھلائی سوچتا ہے اور اس نے جو بھی فرمادیا ہے میرے ہی بھلے کے لئے فرمایا ہے' اس میں میری ہی بہتری ہے۔ یوں تو نہ آپ مانیں گے نہ میں مانوں گا' ہم کہیں گے کہ نہیں ہم ایسے ہی سوچتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ایسا سوچتے ہوتے تو کیا ہم اس کی پیروی نہ کرتے۔

نبی مان لینا ایک اور بات ہے اور اپنا نبی اپنا لینا ایک اور بات ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے تو ہمیں اللہ کا قانون بتایا' بنایا تو نہیں۔ بنایا تو اس اللہ نے جسے ہم اپنا اللہ کہتے ہیں اور اگر ہمارا اللہ ہے تو ہم پریشان کیوں ہیں۔ ہم میں سے ہر آدمی جو الگ الگ پریشانی میں مبتلا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم سب اکیلے اکیلے ہیں۔ کہنے کو اللہ ہے' کلمہ پڑھنے کو اللہ ہے' رواجی سجدے کرنے کو اللہ ہے لیکن ماننے یا جاننے کے لئے ہمارے پاس ہمارا اللہ نہیں ہے۔ جس کا اللہ ہو اور جس کے ساتھ اللہ ہو اسے پریشان رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا وہ پریشان ہو سکتا ہے؟ بیماری ہے' دکھ ہے' افلاس ہے' غربت ہے' سب کچھ ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تو ساتھ ہے' دیکھ بھی رہا ہے' وہ حالات کو بدل بھی سکتا ہے پھر میرے لئے اس نے مشکل

حالات کیوں رکھے؟ یقیناً میری ہی بہتری کے لئے رکھے۔ جس کا اپنا حکیم ہوتا ہے اس پر اسے اعتماد ہوتا ہے پھر وہ اسے مزیدار شربت کیوں نہیں دیتا' کڑوی دوا کیوں پلاتا ہے؟ ہم کیوں پی لیتے ہیں اور کڑوی دوا پینے پر اس کا شکریہ کیوں ادا کرتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ میرا اپنا حکیم ہے' مجھے اس پر اعتماد ہے' یہ میری صحت کے لئے ضروری ہے' یہ میرے تزکئے کے لئے ضروری ہے' میرے اندر جو خرابیاں ہیں بدن میں ان کو دور کرنے کے لئے یہ تو مجھ پر مہربانی کر رہا ہے۔ ڈاکٹر ٹیکہ لگا دیتا ہے' سوئی چبھو دیتا ہے' ہم اسے فیس دیتے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے کوئی بیماری یا دکھ آ جائے تو ہم کیوں چیختے ہیں؟ اس لئے کہ جاننے میں ہمارا اللہ ہے لیکن ہمارا اس سے وہ رشتہ نہیں ہے کہ ہم اس پر اعتبار کریں۔ ہمارا اس سے ایسا رشتہ نہیں ہے کہ دکھ آئے' ٹیکہ لگے' کڑوا شربت پئیں اور پھر شکریہ بھی ادا کریں' سجدہ کریں اور کہیں کہ تیرا احسان ہے کہ تو میری فکر تو رکھتا ہے' تو میری خامیاں تو دور کر رہا ہے' تو میری اصلاح تو فرما رہا ہے۔ میرے بھائی ہم میں یہ بات نہیں ہے۔

یاد رکھو! دنیا کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور اسباب اتنا مستحکم قانون ہے فطرت کا کہ خود مسبب الاسباب نے دنیا میں اسباب کے بغیر کوئی کام نہیں کیا حالانکہ وہ قادر ہے بغیر سبب کے بھی جو چاہے کر سکتا ہے۔ ایک ہی بات کو دیکھ لیجئے! عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ پیدا ہونے کے لئے باپ ہی سبب تھا' سبب چھوڑ دیا' سبب نہیں چھوڑا قانون چھوڑا کہ میں قادر ہوں' قانون میں نے بنائے ہیں' قانون میرے محتاج ہیں میں قانون کا محتاج نہیں ہوں۔ قانون ہے کہ مرد اور خاتون سے بچہ پیدا ہوتا ہے میں بغیر مرد کے بغیر باپ کے اکیلی خاتون سے بچہ پیدا کروں گا اور وہ بچہ ناقص بھی نہیں ہوگا بلکہ اولوالعزم رسول ہوگا۔ علم میں بھی کامل ہوگا' وجود میں بھی' عقل میں بھی' ہوش میں بھی' خرد میں بھی' انسانی کمالات کی اس عظمت پر ہوگا کہ نبیوں میں بھی وہ اولوالعزم رسول ہوگا۔ لیکن سبب نہیں چھوڑا۔ جبرائیل امین سے فرمایا کہ جاؤ مریم کے سینے پر دم کر دو۔ بھئی ضرورت کیا تھی جبرائیل امین کے دم کرنے کی۔ جو قدرت کا قانون ہے کہ مرد اور عورت سے بیٹا پیدا ہو وہ تو اس نے چھوڑ دیا اور اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے چھوڑ دیا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں ان اصولوں کا محتاج ہوں بلکہ یہ اصول میرے محتاج ہیں۔ لیکن وہ قانون کہ یہ عالم اسباب ہے اس میں کوئی سبب ہونا چاہئے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ جاؤ مائی صاحبہ کو دم کر دو۔ جبرائیل کا دم کرنا محض ایک سبب تھا کہ عالم اسباب میں سبب کی خلاف ورزی میں خود نہ کروں تا کہ سب کو سمجھ آ جائے کہ اسباب کے بغیر نتائج حاصل نہیں ہوتے' اسباب اختیار کرنا پڑتے ہیں پھر وہ نتائج مرتب فرماتا ہے۔

ہم میں سے ہر آدمی جو الگ الگ پریشانی میں مبتلا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم سب اکیلے اکیلے ہیں۔

معرکہ بدر میں معجزاتی طور پر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ کوئی مقابلہ نہیں تھا نہ عددی اعتبار سے نہ ہتھیاروں کے اعتبار سے' نہ خوراک کے اعتبار سے' کوئی جوڑ نہیں تھا۔ تو پھر فتح کا سبب کیا بنا؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عریشِ بدر میں جھونپڑی میں بیٹھ گئے' دعا فرمائی۔ عرض کی بارِ الٰہا! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں اگر یہ سب لوگ یہاں کھیت رہے فلن تعبد ابدا یہ فرد نہیں مٹیں گے تیرا اسلام مٹ جائے گا۔ قیامت تک کوئی پیشانی سجدوں سے آشنا نہیں ہوگی۔ اللہ نے فتح دے دی۔ یہ دعا تو مسجد نبوی میں بیٹھ کر بھی حضور کر سکتے تھے پھر عریشِ بدر تک تکلف کیوں فرمایا؟ جب نتیجہ ہی دعا پر تھا تو حضور مسجد نبوی میں ہاتھ اٹھا دیتے۔ لیکن حضور اکرم رحمت العالمین نے ایسا نہیں کیا۔ اسباب اختیار فرمائے۔ ڈیڑھ سو کلومیٹر رمضان المبارک میں' تپتے صحرا میں' جہاں تک جا چاہئے تھا تشریف لے گئے' اپنے غلاموں کو ہم رکاب لے گئے' بھوکے پیاسوں کو ساتھ لے گئے۔ جب مقابلہ کے لئے صفیں درست ہو رہی تھیں تو ایک ایک مجاہد کو پانچ پانچ کھجوریں مل رہی تھیں۔ دن بھر جنگ بھی کرنی ہے' اور یہ دن بھر کا کھانا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

عجیب لوگ تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! یہ جو مجھے آپ کھجوریں دے رہے ہیں اگر میں بدر میں مارا جاؤں تو کیا میں جنت میں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا' بے شک۔ اس نے کہا کہ بھائی یہ کوئی اور لے لے میں وہاں جا کر پیٹ بھرلوں گا۔ اس نے نہیں کھائیں' اس نے کہا خواہ مخواہ پیٹ بھر کے جاؤں وہاں جا کر پیٹ بھر کے کھاؤں گا اور شہید ہو گئے۔ شہدائے بدر میں سے تھے۔

میرے بھائی ہم میں سے جو دعا کرتے ہیں وہ فقط دعا کرتے ہیں انہوں نے اسباب چھوڑ رکھے ہیں اور جو اسباب اختیار کرتے ہیں انہوں نے اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا۔ ان کے پاس دعا نہیں ہے۔ اب اگر آپ دیکھیں تو پوری قوم' آپ پورے عالم اسلام پر توجہ فرمائیے' مسلمانوں کی ساری ریاستوں کو دیکھئے تو پوری مسلم امہ آپ کو دو حصوں میں بٹی ہوئی نظر آئے گی۔ ایک دعا کرتے ہیں کام نہیں کرتے اور دوسرے کام کرتے ہیں دعا نہیں کرتے۔ کس کس مرض کا شکار ہیں ہم لوگ؟ ہل نہیں چلاتا' کھیتی نہیں بوتا' بیج نہیں ڈالتا' اس کی حفاظت نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اے اللہ میرا غلہ زیادہ ہو جائے وہ بیٹھا ہے مسجد کے کونے میں۔ اور جو کھیتی بوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں خود کر لوں گا۔ نہ اس کا ہوتا ہے نہ اس کا ہوتا ہے۔ جو محنت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں خود کرتا ہوں' یہ میری دانائی ہے' عقلمندی ہے' میں نے اتنا کما لیا' اتنی دولت جمع کر لی' میں اتنے کماتا ہوں۔ اسے فرصت نہیں ہے کہ وہ کبھی کھڑا ہو کر اذان ہی سن لے۔ چلاتے رہیں آپ مسجد میں' بجاتے رہیں لاؤڈ سپیکر' اس کے پاس فرصت ہی نہیں بلکہ وہ اکتا جاتا ہے کہ یہ تو انہوں نے ہر وقت کان کھا لئے ہر وقت اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ کیا یہی حال نہیں ہے؟ چاہئے یہ تھا کہ ہم مسلمان اسباب اختیار کرتے اور ہمارے اسباب اتباع سنتِ خیر الانام کے دائرے کے اندر ہوتے۔ پھر اپنی طرف سے پوری محنت کرنے کے بعد دعا کرتے کہ بار الٰہا!

امریکہ کے ساحلوں اور بیچز پر بنت حوا کی اس تذلیل کا سبب ہم ہیں' ہم انہیں بتا نہیں سکے کہ اللہ نے اسے کیا عظمت دی ہے اور محمد الرسول اللہ ﷺ نے اسے کیا مقام دیا ہے۔

میں نالائق ہوں' نا اہل ہوں' جاہل ہوں' جو مجھ سے بن پڑا میں کر گزرا اب اسی پر بہتر نتیجہ پیدا فرما دے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ہے یہ بیماری ہے اس کا کچھ علاج بھی کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں میں نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ شاید کچھ لوگوں کو' کچھ احباب کو میں نے یاد دلا دیا ہو کہ یہ بھی ہو رہا ہے وگرنہ آپ سب مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ میں نے آپ کو متوجہ کر دیا ہو کہ یہ پتہ جو ہے یہ قابل فکر ہے ورنہ کوئی نئی بات میں نے آپ کو نہیں بتائی کیونکہ یہ سب کچھ صدیوں سے ہو رہا ہے اور ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ ہم کر رہے ہیں اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب اس کا علاج کیا ہوگا؟ اس کا علاج صرف ایک ہے کہ ہمارا بھی اپنا کوئی سربراہ ہو' ہمارا اپنا کوئی نمائندہ' کوئی لیڈر ہو جسے دل کی گہرائی سے ہم اپنا مانیں۔ ہمارا سب سے پہلے ہے' ہمارا اللہ۔ اور اس تک پہنچنے کا راستہ ہے محمد الرسول اللہ ﷺ۔ اگر اللہ اور اللہ کا رسول ہمارے اپنے ہیں تو پھر کوئی اور ہمارا ہے تو جتنے اللہ کے ہیں وہ سب ہمارے ہیں اور جو اللہ کے باغی ہیں ان سے ہمیں کسی اپنائیت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ علاج یہ ہے میرے بھائی! سب سے پہلی بات یہ یاد رکھو کہ انسانوں میں سے کسی انسان سے نفرت نہ کرو۔ اگر کوئی ڈاکو ہے تو اس کے فعل ڈاکہ زنی سے تو نفرت کرو مگر اس فرد سے نفرت نہ کرو۔ اگر کوئی کافر ہے تو اس کے کفر سے تو نفرت کرو اس فرد سے نفرت نہ کرو۔ اس لئے کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اور ہو سکتا ہے کہ میری یا آپ کی نالائقی کی وجہ سے کہ ہم اس تک صحیح طریقہ سے اسلام نہیں پہنچا رہے اور وہ جہنم جا رہا ہے۔ وہ تو جائیگا ہی اگر کفر پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ تو جائے گا ہی' مگر مجھ سے' آپ سے اللہ نے پوچھ لیا کہ یہ تمہاری نالائقی کی وجہ سے جا رہا ہے تو پھر کیا ہوگا؟

امریکہ کے ساحلوں اور بیچز پر مرد اور عورت برہنہ دیکھ کر میں نے اپنے سفرنامہ میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

لکھا بھی تھا کہ جنت حوا کی اس تذلیل کا سبب ہم ہیں ' ہم انہیں بتا نہیں سکے کہ اللہ نے اسے کیا عظمت دی ہے اور محمد الرسول اللہ ﷺ نے اسے کیا مقام دیا ہے۔ قرآن اس کے بارے میں کیا کہتا ہے اور سنت اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتی ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے' اگر یہ مرد وعورت برہنہ کھڑے کر کے ہم سے سوال ہو گیا کہ کیا تم نے ان تک میری بات پہنچائی تھی جو میرے نبی نے تم تک پہنچائی' جو قرآن نے تم تک پہنچائی تو ان کا تو جو ہوگا سو ہوگا' ہمارا کیا ہوگا۔ ہم بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بھی مرتد ہے اس کے لئے بد دعا کر دو' فلاں کو اللہ تعالیٰ یوں کر دے' امریکہ کو تباہ کر دے۔ ادیار! اللہ تباہ کرے نہ کرے ہم تو خود تباہ ہو رہے ہیں' خود کو تو تباہی سے بچاؤ' تم کسی کی تباہی کی فکر کیوں کرتے ہو۔

شاید میرے کچھ احباب محسوس کریں کہ میں نے تبلیغی جماعت پر تنقید کی ہے میں نے تنقید نہیں کی' میں نے نشاندہی کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ بات آ جائے اور ہو سکتا ہے کہ اس بات سے بدل جائیں اور اپنے کام کا رخ صحیح کر لیں' درست کر لیں' میں نے تو تائید کی ہے کہ جو کر رہے ہیں اچھا کر رہے ہیں لیکن یہ مزید اچھا ہو جاتا اگر اسے اتباع سنت میں ڈال لیا جاتا اور یہ سارے وفود غیر مسلموں کے پاس جاتے' ان سے محبت کرتے' ان سے تعلقات بڑھاتے' دوستی کرتے' انہیں بتاتے کہ یار یہ بڑا خوبصورت راستہ ہے اور جس پر تم چل رہے ہو یہ اچھا نہیں ہے اس پہ رہنا چاہتے ہو تو رہو لیکن یہ اچھا نہیں ہے تو شاید وہ مان جائے۔

اب اللہ کو کیسے اپنا بنائیں۔ اگر ہم اللہ کو اپنا نہیں سکتے' اللہ کے حبیب کو نہیں اپنا سکتے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے' یہ بڑا عجیب فلسفہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ نبی کو مانو تو اللہ پر ایمان مکمل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کو اپناؤ تو نبی نصیب ہوتا ہے۔ ان کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی عجیب فلسفہ ہے نا۔

مسجد نبوی کے اندر صحن میں ان کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ کیا لوگ تھے جنہیں حضور آنکھوں سے اوجھل فرمانا پسند نہیں کرتے تھے۔

عشق الٰہی کی لذتیں چاہئیں تو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اگر ہم اپنی محاوراتی زبان میں ترجمہ کریں' مفہوم سمجھنا چاہیں تو حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ عشق الٰہی چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ ارے تم اللہ کے معشوق بن جاؤ گے۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ تم عاشق بننا چاہتے ہو' وہ تم پر عاشق ہو جائے گا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ تم نکلے ہو محبت کرنے' تم نکلے ہو عاشق بننے' کہا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ تم عاشق نہیں معشوق بن جاؤ گے۔ پتہ ہے عاشق اور معشوق میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ معشوق تو مطلوب ہوتا ہے جبکہ عاشق طالب ہوتا ہے معشوق تو منتیں کراتا ہے' بے نیازیاں دکھاتا ہے اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز ہم تو ہیں ہی محتاج' ہم سجدے کریں وہ رد کرتا رہے' ہم دعائیں مانگیں وہ ہمارے ہاتھ جھٹکتا رہے یہ بھی ایک تعلق ہے۔ لیکن حضور فرماتے ہیں یار چھوڑ اس بات کو تم میرے پیچھے تو آؤ۔ وہ تم پر عاشق ہو جائے گا۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ تم اس کے محبوب بن جاؤ گے تم جو سوچو گے وہ ہوتا جائے گا' جو چاہو گے وہ کرتا چلا جائیگا۔ تمہارے ہاتھ اس کے ہاتھ بن جائیں گے' تمہارے پاؤں اس کے پاؤں بن جائیں گے' تمہاری آنکھیں اس کی آنکھیں بن جائیں گی۔ یہ تو دل کی باتیں ہیں' دماغ سے تو بالاتر ہیں کہ عاشق معشوق کیسے بن جائے یہ عقل میں تو بات نہیں آتی۔ بندہ کس چیز پر عاشق ہوتا ہے' کسی فرد پر عاشق ہوتا ہے اس کا معشوق کیسے بن جائے؟ یہ صرف دلوں کے معاملے ہیں اور دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے۔ دلوں پر میل آ جاتی ہے' غبار آ جاتا ہے۔ یہ بڑا نازک آئینہ ہے اس پر غبار آ جاتا ہے۔

یہ زمانے کی فضا بڑی گرد آلود ہے۔ اس میں شراب کی بدبو رچی ہوئی ہے۔ اس میں بدکاری کے دھوئیں ہیں۔ اس میں قتل و غارت کے شعلے ہیں' آگ لگی ہوئی ہے' اس میں لوٹ مار کے انگارے ہیں۔ جب اس میں سے گزرتے ہیں ہم' ادھر بھی آگ' ادھر بھی آگ' ادھر بھی دھواں ادھر بھی دھواں' جو گزرے گا اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا آئینہ میلا کیسے نہیں ہوگا۔ اس کا کیا کیا جائے؟ سبحان اللہ! ارشاد ہوتا ہے لکل شئی ثقالۃ کہ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے' ہر چیز کے صاف کرنے کا ایک سامان ہوتا ہے۔ نہانے دھونے کے لئے صابن ہوتا ہے' لوہے کو صاف کرنے کی علیحدہ پالش ہوتی ہے' پیتل کی الگ ہوتی ہے' سونے کے زیورات صاف کرنے کی الگ پالش ہوتی ہے۔ ہر چیز کی صفائی کی پالش ہوتی ہے۔ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا زندگی میں سب سے زیادہ جو کام کرو وہ اللہ کا ذکر ہو۔ سانس لینے سے بھی زیادہ۔ سانس ایک بار آئے تو اللہ اللہ دس بار ہو' پچاس بار ہو۔ اپنے لئے نہیں' اپنی اولاد کے لئے نہیں صرف جنت جانے کے لئے نہیں کبھی اس قوم کو بچانے کے لئے بھی سوچو۔

بنو قریظہ کا محاصرہ ہوا اور پھر مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے اپنا فیصلہ نبی اکرم پر نہ چھوڑا آپ نے فرمایا کہ چن لو' میرا فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارا فیصلہ میں کر دیتا ہوں یا کسی اور سے کروانا چاہتے ہو تو تم نے بدعہدی کی ہے تم نے جنگ میں ہمیں دھوکا دیا ہے' تم نے تمام مدینہ منورہ کو اور مسلمانوں کو شکست سے دو چار کرنے کے اسباب کئے ہیں۔ یا میرا فیصلہ قبول کر لو یا کسی پر اگر تمہیں اعتماد ہے تو..............

حضرت سعدؓ زخمی تھے اور مسجد نبوی کے اندر صحن میں ان کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ کیا لوگ تھے جنہیں حضور آنکھوں سے اوجھل فرمانا پسند نہیں کرتے تھے۔ فرمایا یہ زخمی ہیں انہیں گھر میں نہ رکھو' یہیں مسجد کے صحن میں ان کا خیمہ لگا دو۔ ان یہودیوں کے جو سربراہ اور بزرگ تھے ان کا حضرت سعدؓ سے بڑا دوستانہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ جی سعد جو فیصلہ کرے گا ہمیں منظور ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے' عورتوں کو کنیزیں بنا لیا جائے' بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال ضبط کر لیا جائے۔ یہ شرعی فیصلہ تھا۔ یہ یہودی ایسے بے وقوف تھے' نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ مانتے تو آپ اپنے

ہم تو جی رہے ہیں قدم قدم پر نافرمانی کر کے۔ ایک یہودی کو جتنی محبت اپنے یہودی لیڈروں سے تھی یار ہمیں اپنے نبی سے اتنی بھی نہیں رہی۔

کرم سے درگزر فرماتے۔ انہوں نے سعد کا فیصلہ مانگا' حضرت سعدؓ نے شریعت کا قانونی فیصلہ جو تھا وہ دے دیا۔ اب قتل ہونا شروع ہو گئے۔ اب ایک یہودی نے ایک مسلمان کو پکڑا اسے یاد دلایا کہ فلاں جگہ میں نے آپ کی جان بچائی تھی ورنہ آپ مارے جاتے۔ انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے بچائی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ آج پھر میری جان بچاؤ۔ وہ اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گئے۔ عرض کی کہ یارسول اللہ اس نے ایک دفعہ میری جان بچائی تھی آج یہ چاہتا ہے کہ میں اس کی جان بچاؤں آپ ﷺ نے فرمایا اس کی جان بخش دو۔ اس نے کہا حضور بیوی بچے لونڈیاں اور غلام بن جائیں گے میں جی کر کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اس کے گھر کے افراد کو بھی رہا کر دو۔ کہنے لگا حضور مال تو سارا ضبط ہو جائیگا کھائیں پئیں گے کیا۔ فرمایا! اس کا سارا مال بھی دے دو۔ وہ جب واپس گیا' بیوی بچوں کو آزاد کرایا' اپنا سارا مال و دولت' گھر کا سامان اونٹوں پر لادا' انہیں شہر سے باہر چھوڑا کہ فلاں قبیلے میں چلے جاؤ اور خود واپس آ کر پھر پوچھا مقتل میں کہ ہمارا فلاں لیڈر قتل ہو گیا' فلاں قتل ہو گیا ان کے بغیر جینے کا کیا مزہ ہے مجھے بھی قتل کر دو اور قتل ہو گیا۔ وہ یہودی تھا۔ یہودی لیڈروں کو اس نے اپنایا اور کہا کہ اب ان کے بغیر جینے کا مزہ کیا ہے۔ ارے ہم محمد الرسول اللہ ﷺ کے بغیر کیسے زندہ رہ لیتے ہیں۔ ہم تو جی رہے ہیں قدم قدم پر نافرمانی کر کے۔ ایک یہودی کو جتنی محبت اپنے یہودی لیڈروں سے تھی یار ہمیں اپنے نبی سے اتنی بھی نہیں رہی۔ وہ جنہیں آپ بے وقوف کہتے ہیں' جنہیں آپ پاگل کہتے ہیں وہ جو دنیا سے سمجھوتہ نہ کر سکے اور جنہوں نے آگ اور لوہے کی بارش قبول کر لی۔ بے چارے پٹھان اب امریکن ریڈ کراس کہہ رہا ہے کہ طالبان کی لاش جہاں بھی ملتی ہے ہم سینکڑوں لاشوں میں سے اسے پہچان لیتے ہیں۔ بھئی تم کیسے پہچان لیتے ہو؟ کہتے ہیں کہ ان کی لاش خراب نہیں ہوتی۔ یہ تو کافر کہہ رہا ہے۔ ویب سائیڈ پر ہے گھر گھر کمپیوٹر سے تلاش

www.naqshbandiaowaisiah.com

کر کے نکال لو ویب سائیڈ سے۔ امریکن ریڈ کراس کی ویب سائیڈ پر ہے۔ کہ حیرت اس بات پر ہے کہ ان کی لاش خراب نہیں ہوتی' تروتازہ ہے اور خوشبو آ رہی ہے بدن سے۔ پھر انہوں نے کہا' اسی ویب سائیڈ میں ہے کہ یہ موسم کا اثر ہے پھر کہتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں جو یہاں کے رہنے والے لڑتے رہے ان کی لاشوں میں تو کیڑے پڑ گئے ہیں' موسم ان پر اثر کیوں نہیں کرتا۔ اب نئی ریسرچ کر رہے ہیں کہ ان کی رگوں سے خون لے کر یہ تلاش کیا جائے کہ یہ کھاتے کیا تھے۔ کوئی ایسی چیز کھاتے تھے جس کی وجہ سے ان کی لاشیں خراب نہیں ہو رہیں۔ ریڈ کراس کو علم ہو کہ وہ کوئی الگ غذا نہیں کھاتے تھے۔ وہ عشق مصطفٰے میں مبتلا تھے لوگ انہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو دانا سمجھتے ہیں جنہیں بے وقوف کہتے تھے وہی باشعور نکلے' جنہیں لوگ پاگل کہتے تھے وہ ان سب سے سیانے نکلے۔ کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ اس زمانے میں اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کی میتیں مر کر بھی زندہ ہیں۔ یہ علاج ہے میرے بھائی! جو پہلے میں نے آپ سے کہا وہ ساری بیماری کی تفصیلات تھیں یہ اس کا علاج ہے۔

پہلے اپنے آپ کو زندہ کرو' اپنے دلوں سے زنگ اتارو اس طرح اللہ اللہ کرو کہ دل صاف ہو جائے اور صرف مراقبات اور کشف سے نہ سمجھنا کہ تمہارا دل صاف ہو گیا ہے بلکہ جب تمہیں اللہ کی مخلوق سے محبت ہونے لگے تو سمجھنا کہ اللہ کی محبت آ گئی۔ جب تم میں لوگوں سے نفرت نہ رہے' جب تم سے یہ بات نکل جائے کہ اس کو نیچا دکھانا ہے فلاں کا بیٹا اغوا کرانا ہے' اس کی کھیتی اجاڑتی ہے' اس کی ایسی تیسی پھیرنی ہے' اللہ کی محبت جب آتی ہے تو محبتوں کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں جو اپنے ساتھ زیادتی کرتا ہے اس پر بھی پیار آتا ہے کہ یا اللہ اسے ہدایت دے دے۔ ورنہ جو زیادتی کرتا ہے ہم اگر اس کا بگاڑ کچھ نہ کر سکیں تو کہتے ہیں کہ اللہ اسے تباہ کر دے لیکن جب اللہ کی محبت آتی

> **ریڈ کراس کو علم ہو کہ وہ کوئی الگ غذا نہیں کھاتے تھے۔ وہ عشق مصطفٰے میں مبتلا تھے لوگ انہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو دانا سمجھتے ہیں جنہیں بے وقوف کہتے تھے وہی باشعور نکلے۔**

ہے تو کوئی زیادتی بھی کرے تو اس پر بھی پیار آتا ہے کہ یا اللہ یہ بیچارا زیادتی کر کے کہاں جائے گا اسے معاف کر دے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر میں خدام سے الگ ہو کر' ذرا جدا ہو کر ایک درخت کے سائے میں آرام فرمانے لگے۔ مشرکین مکہ کی طرف سے مقرر کردہ ایک اجرتی قاتل تھا' بڑا سفاک آدمی تھا' اسے انہوں نے لالچ دیا کہ تجھے یہ بھی دیں گے' یہ بھی دیں گے' کہیں موقع تلاش کر کے شہید کر دو آپ ﷺ کو۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے دیکھا کہ بہت اچھا موقع ہے۔ وہ پاس آیا تو تلوار بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ آپ نے تلوار لٹکا دی تھی اور خود آرام فرمانے لگے تھے۔ وہ تو خالی ہاتھ گھوم رہا تھا کہ پکڑا نہ جاؤں۔ جب تلوار بھی مل گئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آرام فرما مل گئے۔ تلوار لے کر اس نے کہا اٹھو اور بتاؤ کہ میرے ہاتھ سے تمہیں اب کون بچا سکتا ہے۔ تمہارے خدام دور رہ گئے' لشکر الگ ہے۔ اکیلے ہو' میرے پاس تلوار ہے آپ خالی ہاتھ ہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول تھے' انہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے فرمایا! ''اللہ'' اللہ بچا سکتا ہے۔ اس لفظ اللہ کی ایسی ہیبت چھائی اس پر کہ وہ لرز اٹھا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ حضور ﷺ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا! اب تو بتا تجھے کون بچائے گا۔ کہنے لگا' کوئی نہیں۔ فرمانے لگے' نہیں! تو بھی کہہ' اللہ۔ فرمایا یہ نہ کہہ کوئی نہیں' تو بھی کہہ' ''اللہ'' وہ کہنے لگا' اللہ مجھے بھی بچائے گا۔ فرمایا! تو نے اللہ کو چھوڑا ہوا ہے اس نے تجھے نہیں چھوڑا۔ جو قتل کرنے آیا تھا نور اسلام سے منور سینہ لے کر گیا۔

محبت الٰہی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق سے محبت ہونے لگتی ہے کشف ہو سکتا ہے' مراقبات ہو سکتے ہیں لیکن ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مراقبات بیس برسوں میں حاصل ہوئے اور بیس سیکنڈ میں رخصت ہو گئے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو مشاہدے اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

کشف کے لئے آنکھ بند نہیں کرتے تھے۔ کھلی آنکھوں سے دنیا کو بھی دیکھتے تھے اور دوسرے عالموں کو بھی دیکھتے تھے۔ ساتھی تھا ایک حلقے کا' گلی سے گزر رہا تھا تو سامنے سے وہ آ رہا تھا۔ کہنے لگا کہ یہ جو آٹھ فٹ چوڑی گلی ہے یا سات فٹ ہے اس میں صرف میں اور آپ ہی نہیں ہیں۔ اس میں مجھے آٹھ طرح کی اور بھی مخلوق نظر آ رہی ہے۔ میں نے کہا جا میرا سر نہ کھا۔ خالق جانے اس کی مخلوق جانے تو جا اپنا کام کر۔ اس سے بھی بڑے پائے کے لوگوں کو میں نے کفر پر مرتے دیکھا ہے۔ ان مشاہدات اور مکاشفات کا اعتبار نہیں ہے' اعتبار انجام کا ہے۔ اور پکی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ کی محبت آتی ہے تو اللہ کی مخلوق سے محبت ہونے لگتی ہے۔ اس کے مدارج ہوتے ہیں۔ جو مومن سے محبت ہے وہ کافر سے تو نہ ہوگی لیکن کافر سے بھی نفرت تو نہ ہوگی' دل تو چاہے گا کہ اس کی بھی اصلاح ہو جائے۔ جو دوست سے ہوگی وہ دشمن سے تو نہ ہوگی لیکن دشمن کو بھی نقصان پہنچانے کو دل نہیں چاہے گا۔ دل چاہے گا کہ اس کی بھی اصلاح ہو جائے۔

تو میرے بھائی! سب سے پہلے تو یہ کوشش کرو کہ اپنے معمولات کو پوری پابندی سے کرو۔ یہ مغرب کے بعد اور سحری کے بعد ہم نے کوئی رواج نہیں بنایا ہوا۔ یہ دو اوقات مشائخ کی طرف سے متعین ہیں اور تمام مشائخ جو برزخ میں جلوہ افروز ہیں ان اوقات میں وہ بھی توجہ فرماتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی ان اوقات کی عظمت ثابت ہے۔ یہ کوئی رسم نہیں ہے کہ آپ کو کسی نے پابند کر دیا لیکن اگر مصروفیت کی وجہ سے مغرب کے بعد نہیں ہو سکا تو اسے جانے تو نہ دو عشاء کے بعد کرلو۔ سونے سے پہلے کرلو' چھوڑو تو نہیں۔ جو نعمت ساری لے نہیں سکتے وہ ساری ضائع تو نہ کرو جو ہو سکتا ہے وہ تو کرلو۔ تو سہل تو کوئی کام نہیں ہوتا جو نوکریوں والے ہیں' ڈیوٹیوں والے ہیں اگر وہ سحری کے وقت نہیں کر سکتے تو فجر پڑھ کر سو جاؤ یار! اٹھ کر تو کرلو۔ دوپہر کو تو کرلو' کبھی تو فارغ ہو گے کوئی

تلوار لے کر اس نے کہا اٹھو اور بتاؤ کہ میرے ہاتھ سے تمہیں اب کون بچا سکتا ہے۔

لمحات چوبیس گھنٹے میں ذکر کے لئے ایسے تو رکھ لو کہ کبھی ذکر نہ چھوٹے پھر دیکھو کہ محبتیں آتی ہیں کہ نہیں۔ دنیا کے کام چھوڑو نہیں' کرو اتباع سنت کی حدود میں رہ کر محنت مزدوری کرو' رزق کماؤ' گھر بناؤ' بچے پالو' دوستوں کے کام آؤ' قوم کے کام آؤ' ملک کے کام آؤ' عالم اسلام کے کام آؤ لیکن یاد رکھو! اللہ ہمارا ہے' اللہ کا نبی ہمارا ہے' ہم انہیں چھوڑ کر کسی تیسرے کے نہیں ہو سکتے۔ ان حدود میں رہ کر اتباع رسالت کی حدود میں رہ کر ضرور کرو۔

جنہیں ذمہ داری سونپی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسروں سے بہت لائق فائق ہوتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے پورا سلسلہ مجھے منتقل فرما دیا۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ میرے جیسا دنیا میں کوئی بندہ نہیں۔ ان کا کرم بس ان کا کرم ہے۔ ان کے کرم کی بات ہے۔ یہ محض عطا ہے اللہ کی اور بارگاہ نبوت کی وہ کسی پتھر کو بھی لے لیتے تو وہ مجھ سے زیادہ کام کر جاتا۔ اور خدانخواستہ آج روک لیں کہ تم یہ کام نہیں کرو گے تو مجھ سے ایک الف بھی میرے منہ سے نہیں نکل سکے گا۔ یہ ساری قابلیت دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اس لئے اپنے زعم میں مبتلا نہیں ہو جانا چاہئے کہ صاحب مجاز ہو کر مجھے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں' میں ضلع کا امیر ہو گیا ہوں' میں کوئی بڑا پھنے خان بن گیا ہوں' نہیں شکر کرو کہ تجھے کسی کھاتہ میں کسی شمار میں کسی نے قبول کر لیا۔ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں کسی کھاتے' کسی شمار میں قبول کر لیا۔ اب عام آدمی پر گرفت کم ہوگی اور ذمہ دار پر زیادہ ہوگی۔ تم سب پر تمہارا انفرادی سوال ہوگا۔ لیکن مجھے روز حشر تم میں سے ایک ایک کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا۔ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے نبی کا پیغام ان تک پہنچاتا رہا۔ میں یہی کر سکتا تھا۔ جب اپنا ایک حساب دینا اتنا مشکل ہے تو لاکھوں افراد کا دینا کونسا آسان ہوگا۔

نظم و ضبط پیدا کرو اور یہ مت بھولو کہ اللہ جنہیں ذمہ داریاں دیتا ہے انہیں استعداد بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

دے دیتا ہے۔ اور جن سے لے لیتا ہے پھر وہ کسی قابل نہیں رہتے۔ یہ ساری لیاقتیں، قابلیتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اذکار میں پابندی اس طرح کرو کہ اللہ نے عالم جنگ میں بھی اس سے چھٹی نہیں دی۔ کسی دشمن سے مقابلہ آ جائے تو جم کر لڑو، بجلیاں کوندھ رہی ہیں تلواریں لپک رہی ہیں، سرتن سے جدا ہو رہے ہیں، آسمان سے بم برسائے جا رہے ہیں یا آگ لگی ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ چھٹی نہیں ہے اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً جم کر لڑو لیکن اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ اللہ اللہ کرتے رہو نماز ختم ہو گئی جاؤ اپنا کام کرو لیکن اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ وہ ختم نہیں ہوا، چھٹی نہیں ہوئی۔ درود شریف کثرت سے پڑھو۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہو۔ باوضو ہونا بجائے خود ایک عبادت ہے لیکن وضو شرط صرف نماز کے لئے ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نماز فرض ہے اس کی وجہ سے وضو بھی فرض ہو جاتا ہے۔ نماز کے علاوہ طہارت کافی ہوتی ہے اور وضو ضروری نہیں ہوتا لیکن وضو ہونا باعث برکت ہے اور اگر آدمی اپنی عادت بنا لے جسے کوئی خاص مرض نہ ہو تو جب بھی باتھ روم جاتا ہے تو پورا وضو کر کے آ جائے تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ بندہ اور زیادہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور سارے دن کی عبادت شمار ہوتی ہے اور نور اعلیٰ نور ہے کہ آدمی باوضو ہو اور وہ درود شریف بھی پڑھتا رہے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، جتنی کثرت ہو گی درود شریف کی دنیا و آخرت کے اتنے ہی مسائل کم ہوتے چلے جائیں گے۔

ایک صحابی سے معمولات پوچھے نبی اکرم ﷺ نے اس نے بتایا یا رسول اللہ میں اتنا وقت تلاوت کرتا ہوں، اتنا وقت یہ کلمہ پڑھتا ہوں، اتنا وقت یہ پڑھتا ہوں، تین حصے وقت ان کاموں پر لگاتا ہوں اور ایک حصہ درود شریف پر لگاتا ہوں، آپ نے فرمایا اگر درود شریف بڑھا لو تو اچھی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر میں آدھا آدھا وقت کر لوں۔ آدھا وقت دوسرے وظائف پر اور آدھا درود شریف پر آپ نے فرمایا اور بڑھا لو۔ عرض کی یا رسول اللہ میں وقت کے تین حصے درود شریف پر خرچ کر لوں اور باقی کا وقت اور وظائف پر، فرمایا! اور بڑھا لو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں سارا وقت درود ہی نہ پڑھتا رہوں۔ فرمایا، اگر ایسا کرو گے تو دنیا اور آخرت کی کوئی پریشانی نہیں دیکھو گے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ جب بھی کوئی وظیفہ پوچھے تو درود شریف بتاؤں۔ خود بھی کوشش کرتا ہوں کہ درود شریف کثرت سے پڑھوں۔ درود شریف کو اپنا حرز جاں بنا لوں۔ اللہ کی محبت اللہ سے مانگو، نشانی اس کی یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی مخلوق سے محبت ہو جائے گی۔

کوئی تو ایسا ہو، کچھ لوگ تو ایسے ہوں جو اس امت کی فکر کریں۔ جو عالم اسلام کے لئے سوچیں، جو اقوام عالم کے لئے سوچیں کہ کاش انہیں بھی اسلام نصیب ہو جاتا۔ جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں از راہ کرم ان پر پابندی سے عمل کرو یا اگر کسی ساتھی سے نہیں ہو سکتا تو وہ بتا دے تا کہ اس کی بجائے کسی اور کو مقرر کر دیا جائے۔ درمیان درمیان نہ رہو۔ جنہیں ضلعی امراء کا درجہ دیا گیا ہے، یا صوبائی صدور کا دیا گیا ہے یا ڈویژن کی ذمہ داری ہے اس میں جو کام ان کے ذمے ہے وہ کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ ہماری بنیاد اللہ کا ذکر ہے۔ اگر اس سے ہٹ گئے تو باقی سارے کام باقی لوگ بھی کر رہے ہیں پھر آپ کے پلے بھی کچھ نہیں رہے گا۔ سب سے اولیت ذکر الٰہی کو ہے۔ مجازین میں سے کوئی صاحب مجاز ایسا نہ ہو جو بروقت ذکر نہ کراتا ہو یہ آپ لوگوں کی بھی ذمہ داری ہے اور اس کا محاسبہ ہو گا یوم حشر کو۔ جہاں مجازین نہیں وہاں امراء ہیں، جہاں امراء نہیں وہاں جو سینئر ساتھی ہیں وہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں، باقاعدگی سے ذکر کراؤ، اور جو طریق کار وضع کیا گیا ہے بہت کم ماہانہ رپورٹیں مجھے مل رہی ہیں اپنی کارکردگی کی۔ ماہانہ رپورٹ بھیجا کرو۔ مرکز کے ساتھ جڑے رہو، جم کر رہو۔ جان بچانے کی نہ سوچو اس ملک کو اس قوم کو بچانے کی سوچو، عالم اسلام کو بچانے کی سوچو بلکہ اگر ہمت اور حوصلہ ہو تو غیر مسلموں کے لئے بھی کبھی فکر کیا کرو کہ کاش ہم ان تک بھی اسلام پہنچا سکتے انہیں دوزخ کی آگ سے بچا سکتے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کے مجاہدات کو قبول فرمائے۔ اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور یہاں دین کی حکومت قائم فرمائے۔ اللہ مجاہدین کی امداد فرمائے اور شہدا کے درجات مزید بلند فرمائے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کالم نگاروں کا طنز اور امریکن ریڈ کراس کی رپورٹ

یہ امریکن ریڈ کراس کہہ رہا ہے کہ ہم جب مردوں کو تلاش کرتے ہیں تو ان میں کون طالبان ہیں' ان کی ہمیں سمجھ آ جاتی ہے اس لئے کہ ان کا بدن تروتازہ ہوتا ہے لیکن جو ان کے خلاف لڑنے والے مارے گئے ان میں امریکن ہیں' ان میں غیر ملکی فوجی ہیں' ان میں شمالی اتحاد کے داڑھیوں والے' تسبیحوں والے مسلمان بھی ہیں لیکن ان سب کے جسموں میں کیڑے پڑ گئے ہیں بدبو قریب نہیں جانے دیتی جبکہ اسی انبار میں پڑی ہوئی کوئی لاش ملتی ہے تو وہ تروتازہ ہوتی ہے اور اس میں سے خوشبو آ رہی ہوتی ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان ' منارہ 01-02-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ o

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَۃً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْھُمْ اِذَا لَھُمْ مَّکْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا قُلِ اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا اِنَّ رُسُلَنَا یَکْتُبُوْنَ مَا تَمْکُرُوْنَ o

سورۃ یونس کی یہ بیسویں اور اکیسویں آیات مبارکہ ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو 13 سالہ مکی زندگی آپ ﷺ کی انتہائی مشکلات سے پر تھی بلکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی نبی پر اتنی تکالیف اور مصیبتیں نہیں آئیں جتنی مجھ پر آئی ہیں۔ اس لئے کہ آپ امام الانبیا تھے اور آپ تمام نبیوں کے بھی سردار تھے۔ پھر عنداللہ قرب الٰہی کے جو مدارج ہوتے ہیں ان کی اپنی کیفیات ہوتی ہیں اور بعض مدارج کے ساتھ تکالیف لازمی ہوتی ہیں۔

یہ تصوف سلوک اور قلبی کیفیات سے متعلق مسئلہ ہے کہ قرب الٰہی کو تلاش کرنے کے لئے لوگ مجاہدہ کرتے ہیں یعنی زائد عبادت کرتے ہیں راتوں کو اٹھ اٹھ کر نوافل پڑھتے ہیں' اللہ کا ذکر کرتے ہیں' تلاوت کرتے ہیں' رزق حلال کمانے کی کوشش کرتے ہیں' غلط باتوں کو منہ سے نکالنے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں' جھوٹ بولنا تو بہت دور کی بات ہے جھوٹ سننے سے بچنا پڑتا ہے۔ اور بعض دفعہ چلہ کشی کرتے ہیں۔ یہ سب کیا ہوتا ہے؟ مجاہدہ ہوتا ہے۔

مجاہدے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جسے انسان اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے۔ جسے اختیاری مجاہدہ کہتے ہیں۔ ایک مجاہدہ وہ ہوتا ہے جو من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے بندے سے کرایا جاتا ہے اسے کہتے ہیں مجاہدہ اضطراری۔ یعنی جو مجبوراً کرنا پڑتا ہے اس میں بندے کو اختیار نہیں ہوتا۔ تو بعض مقامات قرب ایسے ہیں جن میں مجاہدہ اضطراری ان کا ایک حصہ ہوتا ہے اور ان تکالیف سے بندے کو گزرنا پڑتا ہے۔

اعلان نبوت کیخلاف صرف مشرکین مکہ یا روساۓ مکہ ہی نہیں تھے بلکہ حضور کا اعلان نبوت چونکہ ساری مخلوق کے لئے' ساری خدائی کے لئے تھا' روئے زمین پر کفر کی حکومتیں تھیں' کوئی ایمان سے آشنا نہیں تھا' تو روئے زمین کا کفر جو تھا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پر تھا۔ تیرہ سال بہت بڑا لمبا عرصہ ہوتا ہے اور اس میں لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنائیں جن میں سے ایک طنز کو قرآن حکیم ان آیات مبارکہ میں نقل فرماتا ہے:۔

وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ اگر یہ اپنے رب کا رسول ہے اور برحق ہے تو یہ کیوں تکالیف برداشت کر رہا ہے' کیوں مصائب سے گزر رہا ہے۔ اللہ کریم اس پر کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں نازل کر دیتے کہ ساری دنیا ماننے پر مجبور ہو جائے۔ ان کو تکالیف سے بچا کیوں نہیں لیتے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے ایک دفعہ یہ معاہدہ کر لیا کہ کوئی شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یا جو تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں ان کے ساتھ نہ کوئی بات کرے گا نہ کوئی معاملہ کرے گا اور نہ یہ کسی سے مل سکیں گے' نہ کوئی چیز خرید سکیں گے' نہ کوئی چیز بیچ سکیں

کئے۔ ان سے مکمل مقاطع کیا جائے گا اور یہ شہر میں بھی نہیں پھر سکیں گے بلکہ ایک گھاٹی میں جسے شعب ابی طالب کا نام دیا گیا۔ جو ابو طالب کی ملکیت تھی اس میں بند کر دیا گیا۔ شعب ابی طالب میں آپ کے خادم پر وہ زمانہ بھی آیا کہ ٹوٹے ہوئے پرانے چمڑے کو جلا کر اس کی راکھ پھانک کر لوگوں نے زندہ رہنے کے لئے پانی پیا بطور غذا کے۔ اب جب نوبت یہاں تک پہنچی تو کفار اور مشرکین یہ طنز کیا کرتے تھے کہ یہ تو رب کا رسول ہے بھئی۔ تو اللہ ان پر اپنی آیات اور اپنی طرف سے عجائبات نازل کیوں نہیں کرتا۔ یہ بھوک سے مر رہے ہیں۔ انہیں پکے پکائے کھانے بھیج دے' ان کے لئے نہریں جاری کر دے' کوئی چشمہ نکال دے وادی میں یہ کیوں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں۔ یہ مخالفین پر کوئی ایسی مصیبت بھیج دے کہ کوئی ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ ارشاد ہوا۔

" فَقُلْ " اے میرے حبیب ان سے کہہ دیجئے اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ کہ پردہ غیب میں کیا ہے اور کل کیا ہونے والا ہے یہ میرا اللہ جانتا ہے۔ یہ اس کی شان ہے' یہ اس کا کام ہے' یہ اس کو سزا وار ہے' وہی جانتا ہے۔ فَانْتَظِرُوْا گھبراؤ نہیں انتظار کرو۔ دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔ اِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنْتَظِرِينَ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔ تم کفر پر ڈٹے ہوئے ہو۔ ہم بحمد للہ ایمان پر ثابت قدم ہیں۔ اب نتیجہ کیا ہوتا ہے' پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے یہ اللہ کے علم میں ہے' لیکن گھبراؤ نہیں تھوڑا سا انتظار کر لو۔ اور پھر ہوا یہ کہ تکالیف بڑھتی گئیں' صحابہ نے ہجرت کی' خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کی۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ تیرہ سال کی تکالیف کے بعد جب حضور نے ہجرت فرمائی تو آنے والے دس سالوں میں پورا جزیرہ نمائے عرب اسلامی ریاست بن چکا تھا۔ اور مکہ مکرمہ مسلمانوں کے ہاتھوں بغیر لڑے فتح ہو چکا تھا۔ اور وہی لوگ جو طنز کرتے تھے ان میں سے جو بدنصیب تھے وہ کفر پر رہے۔ بہت سے خوش نصیب تھے جن کو کلمہ حق بھی نصیب ہوا۔ اور پھر یہی نہیں' وصال نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیئس برس بعد کی تاریخ اگر دیکھیں تو تیئس برسوں میں ...... تیئس برس عہد نبوت تھا۔ تیرہ برس مکہ مکرمہ میں اور دس برس مدینہ منورہ میں۔ وصال نبوی کے بعد کے تیئس برسوں میں معلوم دنیا کے تین بٹا چار حصوں پر مسلمانوں کی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ جب پردہ غیب سے فتوحات کا ظہور ہوا تو سارے فلسفے غلط ہو گئے' سارے اندازے غلط ہو گئے' مشرکین کے منہ بند ہو گئے اور سارے طنز کا جواب مل گیا' لیکن چونکہ اللہ کی مخلوق ہے ساری' وقت بھی اس کی مخلوق ہے' زمانہ بھی اسکے دست قدرت میں ہے اور اس کا اپنا ایک نظام ہے' اس کا اپنا ایک پروگرام ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہے لیکن نتیجہ اس نے بتا دیا کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا o حق آیا اور باطل کو بھاگنا پڑا اس لئے کہ مٹنا باطل کا مقدر ہے۔ باطل ہوتا ہی مٹ جانے کے لئے ہے۔

انتظار کرو۔ دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں۔

انسانی مزاج ایسا ہے' اللہ کریم فرماتے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ کہ انسان ایک ایسی عجیب مخلوق ہے کہ اگر یہ سخت مصیبت میں ہو اور اس پر راحت آ جائے یا اسے آسانیاں مل جائیں تو وہ پچھلی باتیں بھول جاتا ہے اور اِذَا لَهُم مَّكْرٌ" فِيْٓ اٰيَاتِنَا پھر وہ ہمارے ہی احکامات کے خلاف تدابیر کرنے لگ جاتا ہے۔ فرمایا! یہ لوگ جو طنز کر رہے ہیں یہ بدو صحرا نشین تھے انہیں میں نے پیدا کیا' انہیں میں رزق دے رہا ہوں' انہیں مال و دولت میں نے دی ان کو طاقت و قوت میں نے دی اب یہ میری ہی عظمت کو بھول کر میرے ہی نبی پر ہی میرے ہی احکام پر طنز کر رہے ہیں لیکن انہیں ایک بات بتا دیجئے قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا انہیں کہہ دیجئے کہ تم اپنی تجویزیں کرتے ہو لیکن اللہ تم سے تجویز کرنے میں جلدی کرتا ہے' تم سے پہلے ہی کر لیتا ہے اور یہ بھی انہیں بتا دیجئے کہ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا

www.naqshbandiaowaisiah.com

تَمْکُرُوْنَ کہ جو بدمعاشیاں تم کرتے ہو میرے فرشتے لکھتے رہتے ہیں ایک دن ان سب کا حساب دینا ہے۔

حیرت اس بات پر ہوتی ہے مجھے کہ مرورِ زمانہ سے صدیوں کے سفر کے بعد آج ایک دفعہ پھر ہم وہاں کھڑے ہیں جہاں دنیا بھر کا کفر اسلام اور دین برحق کے خلاف صف آرا ہے۔ آج پھر یوں لگتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ماننے والے ایک دفعہ پھر شعب ابی طالب میں ہیں۔ آج پھر یوں لگتا ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہیں ان کو پھر ایسی مجبوریوں‘ ایسی تنگیوں اور ایسی پریشانیوں میں دھکیل دیا گیا ہے کہ جن کی مثال اسلام کے ابتدائی ایام سے ملتی ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہئے اور یہ سارے انسانوں کو یاد رکھنی چاہئے‘ مومنین کو بھی اس پر اعتماد ہونا چاہئے اور جو طنز کر رہے ہیں انہیں بھی اس کا لحاظ ہونا چاہیے کہ اللہ وہی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نبی آج بھی محمد الرسول اللہ ﷺ ہیں اور انہی کی نبوت جاری و ساری ہے۔ اور جنہیں آپ آج مجبور و بے بس سمجھ رہے ہیں یہ انہی کے ماننے والے‘ انہی کے پیروکار‘ انہی کے امتی ہیں۔ وہ رب قادر جس نے اس عہد کی سپر طاقتوں کو قیصر و کسریٰ جیسے سخت اور طاقتور حکومتوں کو زیرنگیں کیا تھا آج کی سپر طاقتیں کہلوانے والی حکومتیں بھی اسی کے دست قدرت میں ہیں اور اس کی تجاویز اپنی ہیں لیکن ہمیں گھبرانے سے پہلے تھوڑا سا انتظار تو کر لینا چاہئے۔ ان حالات میں اور آج کے حالات میں ایک فرق یہ ہے جس لئے میں نے اس موضوع پر بات کی ہے کہ اس وقت طنز کرنے والے مشرکین ہوتے تھے‘ کافر ہوتے تھے۔ آج ہمارے مسلمان بھائی‘ کلمہ گو بھائی جب کالم لکھنے کے لئے قلم اٹھاتے ہیں تو انہیں اس موضوع پر بڑا طنزیہ لکھنے کا شوق ہے۔ اور بڑی حقارت سے .... طنز کے بھی کئی درجے ہوتے ہیں‘ ایک طنز عام ہوتا ہے اور ایک طنز تحقیر آمیز ہوتا

> **دنیا بھر کا کفر اسلام اور دین برحق کے خلاف صف آرا ہے۔ آج پھر یوں لگتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ماننے والے ایک دفعہ پھر شعب ابی طالب میں ہیں۔**

ہے جس میں اگلے کی حقارت اور ذلت کی بات کی جائے۔ دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں وہ بھی آج بڑے حقارت آمیز کالم لکھ رہے ہیں۔ لیکن میرے کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے؟ نہیں۔ اگر رکنا ان کی قسمت میں ہے تو یہ اللہ کے علم میں ہے۔ اگر وہ ان پر کرم کرے گا تو وہ رک جائیں گے۔ ہاں! میں یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ لکھنے والے صرف تم ہی لوگ نہیں ہو۔ اللہ کے فرشتے بھی مقرر ہیں وہ تمہارے ایک ایک لفظ کو لکھ رہے ہیں اور روز محشر جب ہم اور آپ اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو وہ آپ کا دفتر بھی آپ کے سامنے ہوگا۔ ضرور لکھو لیکن کم از کم اپنے ساتھ اتنی رعایت کر لو کہ کل روز محشر کی شرمندگی سے بچ سکو۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا یہودیوں کے لئے بازیچہء اطفال بن گئی ہے۔ آج یوں نظر آ رہا ہے کہ دنیا میں وہی کچھ ہوگا جو یہودی چاہیں گے۔ یہودیوں نے چاہا کہ اسلامی حکومت مٹا دی جائے تو لاکھوں بے گناہوں کا خون بے دریغ بہا دیا گیا اور خلافت اسلامیہ کو مٹانے کی اتنی بڑی کوشش کی گئی کہ امریکہ جیسا ملک اب قلاش ہو چکا ہے۔ لیکن یہ سب کی غلط فہمی ہے کہ انہوں نے اہل اسلام کو مار دیا۔ وہ مرے نہیں ہیں۔ وہ مر کر بھی زندہ ہیں اور یہ خود امریکن ریڈ کراس کی رپورٹ ہے میں نے کچھ پچھلے جمعہ کو آپ کو سنائی تھی کہ عجیب بات ہے ان لوگوں کے بدن تر و تازہ ہیں‘ ان کی میت خراب نہیں ہوئی۔ یہ امریکن ریڈ کراس کہہ رہا ہے کہ ہم جب مردوں کو تلاش کرتے ہیں تو ان میں کون طالبان ہیں‘ ان کی ہمیں سمجھ آ جاتی ہے اس لئے کہ ان کا بدن تر و تازہ ہوتا ہے‘ جسم خراب نہیں ہوتا جبکہ ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف لڑنے والے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کے جسموں میں تو کیڑے پڑے ہوئے تھے۔ پہلے تو انہوں نے بھی کہا کہ شاید یہ موسم کا اثر ہو کہ یہاں ٹھنڈ ہے اور موسم سخت سرد ہے لیکن انہوں نے کہا کہ یہ جو ان کے خلاف لڑنے والے مارے گئے ان میں امریکن ہیں‘ ان میں غیر ملکی

فوجی ہیں' ان میں شمالی اتحاد کے داڑھیوں والے تسبیحوں والے مسلمان بھی ہیں لیکن ان سب کے جسموں میں کیڑے پڑ گئے ہیں بدبو قریب نہیں جانے دیتی جبکہ اسی انبار میں پڑی ہوئی کوئی لاش ملتی ہے تو وہ تروتازہ ہوتی ہے اور اس میں سے خوشبو آ رہی ہوتی ہے۔

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فارسی شاعر نے کہا تھا کہ کتنی خوبصورت رسم ایجاد کی ہے انہوں نے خاک اور خون میں لوٹتے ہیں' اللہ ان پاک طینت عاشقوں پر رحم کرے۔ کیسے عجیب لوگ ہیں۔ لیکن ایک بات یقینی ہے کہ جنگ امریکہ نے چھیڑی' جنگ مغرب نے چھیڑی' جنگ اتحادیوں نے چھیڑی' جنگ ختم کرنا نہ امریکہ کے بس میں ہے نہ اتحادیوں کے بس میں ہے۔ اتحادیوں میں ہم بھی شامل ہیں' پاکستان بھی شامل ہے۔ جنگ چھیڑنا اور بات ہے اور جنگ ختم کرنا دوسری بات ہے۔ ابھی تک تو امریکہ بہادر کا ہر تیسرے چوتھے دن ایک جہاز گر جاتا ہے اور سارے فنی خرابی سے گرتے ہیں۔ امریکہ میں ان میں فنی خرابی نہیں ہوتی' امریکہ سے پاکستان آنے تک دنیا کے بے شمار ملکوں سے پرواز کر کے آتے ہیں' کوئی فنی خرابی نہیں ہوتی' پاکستان کی فضا میں اڑتے ہیں تو فنی خرابی نہیں ہوتی' افغانستان میں جاتے ہیں تو فنی خرابی ہو جاتی ہے۔ فنی خرابی نہیں جناب مقابلہ ہو رہا ہے' جنگ جاری ہے' جنگ ہو رہی ہے اور یہ جنگ تب تک جاری رہے گی جب تک حق کو فتح اور باطل کو شکست نہیں ہو جاتی۔ انشاء اللہ العزیز یہ معمولی جنگ نہیں ہے جو چھیڑ دی گئی اور اب پٹھانوں کو شہید کر دیا گیا اور خلافت اسلامیہ ختم ہو گئی۔ کہاں ختم ہوئی' کیسے ختم ہوئی؟ یہ غلط فہمی مشرکوں کو' کافروں کو تو ہو سکتی ہے' پتہ نہیں ان نام نہاد مسلمانوں کو کیسے ہو گئی۔ جنہیں اللہ نے ہمت دی ہے' جنہیں اللہ نے جرات دی ہے' جنہیں اللہ نے ایمان دیا ہے وہ آج بھی قربان ہو رہے ہیں'

دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں وہ بھی آج بڑے حقارت آمیز کالم لکھ رہے ہیں۔

وہ آج بھی لڑ رہے ہیں اور پورے افغانستان میں پورے زور سے جنگ ہو رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ پاکستان سمیت دنیا کے ذرائع ابلاغ اس کی خبر نہ دیں لیکن یہ امریکہ بہادر کو بھی ماننا پڑ رہا ہے کہ کابل شہر سے باہر ہم نہیں نکل سکتے اور اب تو پچھلے ہفتے سے کابل شہر بھی آدھا رہ گیا ہے امریکی فوجوں اور کرزئی حکومت کے پاس اور آدھا ان سے واپس لے لیا گیا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تھوڑا سا انتظار کر لو۔ دیکھیں تو سہی ہوتا کیا ہے۔

جو پیشگوئیاں نبی کریم ﷺ نے کی ہیں ان کا تجزیہ کیا جائے تو یہ جنگ جنگ نہیں جنگ کی ابتدا ہے۔ جنگ تب ہوگی جب یہ جنگ اپنے جوبن پر آئے گی جب یہ جنگ پھیلے گی تو نہ صرف افغانستان' نہ صرف پاکستان' نہ صرف کشمیر بلکہ دوسرے سرے تک برصغیر اسلامی حکومت میں ڈھل جائے گا انشاء اللہ۔ جس طرح بیت اللہ کی چھت پر بلال حبشی نے اذان دی تھی اسی طرح دہلی کے لال قلعے پر مؤذن اذانیں دیں گے۔ بادشاہی مساجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجے گی اور عظمت رفتہ پھر سے عالم اسلام کو نصیب ہوگی اور یہ برصغیر اسلامی ریاست کے قالب میں ڈھل کر نور اسلامی کو اس طرح سے پھیلائے گا کہ دنیا کے گوشے گوشے کو منور کر دے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ لیکن میرے جلد باز دوستو! تھوڑا سا انتظار کر لو۔ ابھی تو اللہ کی کتاب باقی ہے' ابھی تو اس کو ماننے والے زندہ ہیں۔ ابھی اسلام زندہ ہے' ابھی قرآن باقی ہے۔

حیرت ہوتی ہے مجھے ایک بات کی خوشی ہوتی ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ جب یہ طنزیہ کالم لکھتے ہیں تو کم از کم مجھ پر طنز ضرور کرتے ہیں اور میرے لئے یہ سعادت ہے کہ اللہ کے نام پر اور اللہ کے نبی کے نام لیواؤں پر جب طنز ہوتا ہے تو اس میں وہ مجھے بھی شامل رکھتے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی دکھ نہیں ہوتا بلکہ مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے کہ کم از کم اغیار تو مجھے اللہ کی طرف رکھتے ہیں اور اللہ بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

قبول کرلے تو یہ اس کا کتنا بڑا کرم ہے۔لیکن میرے لئے تو یہ بھی سعادت کی بات ہے کہ جب اسلام پہ، مسلمین پہ اور عالم اسلام پر طنز ہوتا ہے تو اس میں ہمارے کالم نویس احباب میرا نام بڑے شوق سے شامل کرتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! انہوں نے تو شامل کردیا تو بھی مجھے اپنے بندوں میں قبول کر۔ مجھے اس بات کا کوئی دکھ نہیں ہوتا کہ اسلام اسلام کرنے پر لوگ مجھ پر کیوں طنز کرتے ہیں۔ اس سے فرق نہیں پڑتا بلکہ اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے' ایک گونہ راحت ملتی ہے کہ چلو کم از کم مخالفین تو مجھے اللہ کی طرف رکھتے ہیں۔ کوئی تو ایسا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ میں کس پارٹی کا ہوں' کس جماعت کا ہوں' کس طبقے سے متعلق ہوں' تو میرے لئے تو یہ باعث سعادت ہے۔

میرے بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے ان بھائیوں کا بھی دکھ ہوتا ہے جو خود کو اس سے باہر رکھتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمان گنہگار تو ہو سکتا ہے لیکن مسلمان مسلمانوں اور اسلام کے خلاف فریق نہیں بن سکتا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس درد سے کہہ رہا ہوں کہ مجھ پر اگر طنز کرتے ہو کرتے رہو لیکن مجھے طنز کرنے والوں کا دکھ ہوتا ہے کہ اے کاش تم بھی اسی میں ہوتے کوئی تم پر بھی طنز کرتا۔

یہ طنز ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اگر مکی زندگی میں تیرہ برس حضور اکرم ﷺ پر طنز ہوتے رہے تو افغانستان کی جنگ کو تو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا۔ چھ مہینوں کے طنز سے ہم کیوں گھبرا جائیں۔ جنگ ختم نہیں ہوئی۔ جنگ ہو رہی ہے۔ جن کی قسمت میں شہادت ہے ان کا بھی سلسلہ جاری ہے اور جنہیں جہنم میں چھلانگ لگانا ہے وہ بھی روزانہ چھلانگیں لگا رہے ہیں۔ دونوں طرف سے بھرتی شروع ہے۔ اہل جنت کی بھی اور اہل دوزخ کی بھی۔ کام چل رہا ہے۔

آپ حکومتیں بنایئے' آپ صوبے زیادہ بنایئے' آپ الیکشن کرایئے' آپ امیدوار کھڑے کیجئے' آپ اسمبلی کی سیٹیں لیجئے یہ آپ کا

میرے لئے تو یہ بھی سعادت کی بات ہے کہ جب اسلام پہ' مسلمین پہ اور عالم اسلام پر طنز ہوتا ہے تو اس میں ہمارے کالم نویس احباب میرا نام بڑے شوق سے شامل کرتے ہیں۔

شعبہ ہے آپ کیجئے اس پر نہ ہم آپ پر طنز کریں گے نہ آپ کو پریشان کریں گے نہ آپ سے کوئی سیٹ مانگیں گے نہ کوئی اسمبلی کی رکنیت چاہیں گے' نہ کسی وزارت کے امیدوار ہیں اور نہ کسی سرکار سے کسی بخشش کی توقع رکھتے ہیں' ہمارے لئے وزارت کیا دنیا کی حکومت سے بڑھ کر یہ عزت ہے کہ لوگ جب اسلام پر' مسلمانوں پر طنز کرتے ہیں تو اس میں کم از کم میرا نام بھی شامل کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے اس سے بڑا اور عزت کا مقام دنیا میں کوئی نہیں۔ اللہ اس بات کو آخرت میں بھی میرے حق میں قبول کرلے اور مجھے ان شہدا کے ساتھ کھڑا ہونے کی سعادت نصیب فرمائے' میری جان کو بھی اپنی راہ میں قبول کرلے کہ کبھی ہمارے گلے پر بھی وہ چھری چل جائے۔ لیکن میرے مسلمان بھائیو! کم از کم اپنی فکر ضرور کرو۔

یہ بات یاد رکھو کہ جس نے تمہیں گندے پانی کے ایک ذرے سے انسان بنا دیا لکھتے وقت کم از کم اس کی عظمت کا لحاظ تو رکھو۔ اللہ کے بندوں پر جب طنز ہوتا ہے وہ طنز ان بندوں پر نہیں ہوتا اس کی قدرت پر ہوتا ہے۔ مشرکین جو طنز کرتے تھے وہ اس لئے کرتے تھے کہ اس کی ذات کے' اس کی عظمت کے منکر تھے اور وہ کہتے تھے کہ وہ رب ہے تو پھر کہاں ہے' خدا ہے تو کہاں ہے' اور اللہ ہے تو کیا کر رہا ہے کیوں نہیں ان کی مدد کر رہا۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں انہیں یہ بات زیب نہیں دیتی۔

شیطان کا ایک طریقہ واردات ہے۔ جس طرح ارشادات نبوی میں' احادیث نبوی میں برکت ہے' جس طرح ہر بھلے قول میں برکت ہوتی ہے اسی طرح مشرکین کی کہی ہوئی باتوں میں اتنی ہی نحوست ہوتی ہے۔ ان پر اتنا ہی غضب الٰہی وارد ہوتا ہے۔ تو اہل قلم کو وہ جملے نہیں دہرانے چاہئیں جو ابوجہل کے منہ سے نکلے تھے' جو ابولہب اور شرک کے سرداروں کے منہ سے نکلے تھے وہ جملے آج کے پڑھے لکھے طبقے کو نہیں دہرانے چاہئیں۔ وہ کردار نہیں اپنانا چاہئے۔ اور نہ ہی وہ رول ادا کرنا چاہئے۔ اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

ئے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی مصیبت ہماری مصیبت ہے۔ اگر کفر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی ساری طاقت لگا کر دنیا سے اللہ کی اطاعت ختم کر دے اور اس کے لئے اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اطاعت گزاروں کو ختم کیا جائے تو کیا دنیا کے فیصلے کفر کی طاقتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ صرف سوچ سکتا ہے' اس کے لئے تدبیر کر سکتا ہے۔ اَللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا اللہ کی تدبیریں اس سے پہلے چل جاتی ہیں۔ وہ ایسا قادر ہے کہ کسی کے لئے زہر کو شفا کا سبب بنا دے تو زہر میں موت کی خاصیت بھی اسی نے رکھی ہے اور اسی میں حیات کی خاصیت پیدا کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی کو زہر دیں کہ وہ مر جائے اور اس کی بیماری اس کے ساتھ ٹھیک ہو جائے۔ اور ایک بات بھی یاد رکھو۔ شیخ سعدیؒ نے ایک پتے کی بات کہی تھی:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ نیکاں کند

جب اللہ کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے اس سے روٹھ جاتا ہے' ناراض ہو جاتا ہے اور اسے ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کام پر لگا دیتا ہے کہ وہ اس کے بندوں پر طنز کیا کرتا ہے۔ میلش اندر طعنہ نیکاں کند۔ اللہ کے نیک بندوں پر وہ طعنہ زنی کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ اللہ کا عذاب ہے اور ہمارا مسلک تو یہ ہے۔ حضرتؒ اکثر یہ شعر دہرایا کرتے تھے کہ:

بیا ساقیا من چہا می کنم
تو دشنام دے من دعا می کنم

کہ اے ساقی تیرے اور میرے اطوار میں فرق ہے تو گالیاں دیتا ہے اور میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ ہم پہ طنز کیجئے۔ یہ آپ کی پسند ہے ہم آپ کے لئے دعا کریں گے یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ اپنی پسند کا کام کر رہے ہیں اور ہمیں اپنی ذمہ داری نبھانی ہے۔ ہم تو اللہ کے حضور دعا کریں گے کہ برائے نام بھی جو مسلمان ہے اے اللہ اسے اسلام پر اور مسلمانوں پر طنز کرنے سے محفوظ رکھ۔

مسلمان گنہگار تو ہو سکتا ہے لیکن مسلمان' مسلمانوں اور اسلام کے خلاف فریق نہیں بن سکتا۔

وہ ایسا بے نیاز ہے کہ ایک آج کی بات نہیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کی نبوت کو اور ان کے اعلان نبوت اور دعوت حق کو ختم کرنے کیلئے میلوں تک لکڑی پھیلا کر آگ جلائی گئی۔ نمرود نے انہیں آگ میں پھینکوا دیا۔ وہ اللہ قادر ہے فرمایا! قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ ہمیشہ تو گرم ہوتی ہے اب ٹھنڈی ہو جا اور اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہونا کہ میرے محبوب کو تکلیف ہو وسلما علی ابراھیم ابراہیم کے لئے سلامتی کا سبب بن جا۔ وہ ایسا قادر ہے کہ جو سوکھے درخت تڑاتڑ جل رہے تھے وہی ہرے بھرے ہو کر کھڑے ہو گئے اور گردا گرد آگ تھی اور درمیان میں ایک گلشن بنا ہوا تھا' باغ کھلا ہوا تھا سر سبز درخت کھڑے تھے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

آج پھر وہی بات ہے کہ آسمانوں سے آگ برس رہی ہے' نمرودی قوتیں پوری طاقت سے آگ برسا رہی ہیں اور اولاد ابراہیم ہے کہ سینہ سپر ہے اور آگ میں کھڑی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔ اگر ہم اس قابل نہیں کہ اس آگ میں کھڑے ہو کر ان کا ساتھ دے سکیں۔ اگر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم آگ برسانے والوں کا ساتھ دیں تو اس کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرو بجائے اس کے کہ اس بات پہ روزانہ طنز کیا جائے۔ تھوڑا سا انتظار کر لو اس کے فیصلے کا جو کائنات کے فیصلے کرنے کا منصب اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کے نظام بڑے عجیب ہیں۔

ہم ایک کنواں کھود رہے تھے' مزدور لگائے ہوئے تھے اور پہلے پندرہ فٹ تک اس سے پتھر ہی نکلے لیکن وہ ایسے پتھر تھے کہ جو بغیر بارود کے نکالے جا سکتے تھے۔ پھر پندرہ فٹ کی گہرائی پر ایک سالڈ (Solid) چٹان آ گئی جس کا ایک ایک انچ ہم نے بارود سے کاٹا۔ غالباً 90

فٹ سے زیادہ گہرائی میں ہم پہنچ چکے تھے اور پورے سے چٹانیں کاٹ رہے تھے کہ گیند جتنا ایک گول پتھر اس میں سے نکلا۔ چٹانوں کے درمیان ایک پتھر تھا۔ وہ بالکل گیند جتنا تھا اور گول تھا۔ ان لڑکوں نے میرے لئے رکھ لیا۔ میں کبھی کبھی روز کبھی دوسرے دن دیکھنے جاتا تھا۔ ہم نے تقریباً دو سو چونتیس فٹ کی گہرائی تک وہ پتھر کاٹا۔ وہ انہوں نے مجھے دکھایا کہ یہ دیکھیں جی کہ ساری چٹان ہم کاٹ رہے ہیں اور یہ درمیان میں ایک گول پتھر ہے۔ میں نے کہا اسے توڑو۔ جب ہم نے توڑا تو اس کے درمیان جتنا روپے کا سکہ ہوتا ہے اتنی جگہ خالی تھی، اتنی ہی موٹی اور اس میں ایک اڑنے والی چھوٹی سی مخلوق، ایک رنگ برنگی تتلی سی اس میں گھوم رہی تھی۔ اس کے پاس سارے دروازے بند تھے اور 90 فٹ کی گہرائی میں پتھر کے پیٹ میں تھی یہ وہ جانتا ہے کہ اسے ہوا کیسے پہنچا تا تھا، یہ وہ جانتا ہے کہ اسے رزق کیسے پہنچاتا تھا، یہ وہ جانتا ہے کہ اسے پانی کیسے دیتا تھا۔ اسے پیدا کیسے کیا اور وہاں کون سا نر و مادہ پہنچا، وہ انڈہ کیسے پہنچا، وہ پیدا کیسے ہوئی۔ یہ ہم نہیں جانتے یہ وہ جانتا ہے جس نے اسے پیدا کیا، اسے زندہ رکھا، سلامت رکھا اور پھر اسے اس دنیا میں بھی لے آیا۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے۔ یہاں سے نکلوا کر ہم وہ کنواں استعمال نہیں کر رہے پانی کا بھرا ہوا کھڑا ہے اور میں کئی بار سوچتا ہوں کہ اے اللہ کہیں اسی کو نکلوانے کے لئے تو نہیں آپ نے ہم سے یہ کنواں کھدوایا۔ یہ پانی کے لئے تو ہم نے پھر سے الگ بور کیا' اللہ نے اس میں ہمیں پانی دے دیا۔ اب اس کنویں کی ہمیں ضرورت نہیں ہے وہ کھڑا ہے۔ تو میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اس اتنی سی ناچیز سی ادنیٰ سی مخلوق کو اس دنیا میں لانے کے لئے تو نے ہمیں اس کھدائی پر لگوا دیا۔ ہم سمجھتے رہے کہ ہم یہاں سے پانی لینے کے لئے کنواں کھود رہے ہیں اور نکلا کیا ایک چھوٹی سی مخلوق کو ہم نے اس گہرائی سے نکال کر دنیا کی ہوا میں پہنچا دیا۔ کیا وہ ان بندوں سے غافل ہے جو

اگر مکی زندگی میں تیرہ برس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز ہوتے رہے تو افغانستان کی جنگ کو تو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا۔

اس کے نام پر جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ وہ تو انہیں اتنا جانتا ہے......

روس کے خلاف جب جہاد ہو رہا تھا'

بے شمار واقعات میں نے آپ کو سنائے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایک لڑکا والد کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہو گیا اور شہید ہو گیا۔ مجاہدین نے اس کی میت واپس بھیج دی جو کئی دن بعد اس کے گھر پہنچی۔ تروتازہ تھی خون جاری تھا۔ اس کے والد نے کہا بھئی میں تمہیں معاف نہیں کروں گا تم میری اجازت کے بغیر گئے اور میں اسے جہاد نہیں سمجھتا۔ یہ تو حکومتوں کی لڑائیاں ہیں' سیاسی جنگیں ہیں' اقتدار کی جنگیں ہیں لیکن اگر تم واقعی جہاد میں تھے تو تم شہید ہوئے ہو گے تو شہید تو زندہ ہوتا ہے۔ اگر تم شہید ہو اور یہ جہاد ہے تو میرے ساتھ مصافحہ کرو......... اور یہ شہادت کے بعد تیسرے چوتھے دن جب میت گھر واپس پہنچی تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ مصافحہ کرو تو میں سمجھ جاؤں گا کہ تم زندہ ہو اور وہ جہاد ہے تو تین دن کی پڑی ہوئی لاش نے اپنا دائیاں ہاتھ اٹھا دیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس تتلی کو پالنے والا رب اپنے ان بندوں سے واقف نہیں ہے جو اس کی راہ میں کٹ رہے ہیں' جانیں دے رہے ہیں۔ یہ اس کی مرضی کہ کس کس کو شہادت سے سرفراز کرتا ہے۔

کچھ مشکلات اس لئے پیدا ہوتی ہیں'

قرآن کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ میں مشکلات بھیجتا ہوں کہ دونوں طبقے الگ ہو جائیں کہ کون میرے نبی کی اطاعت کرتا ہے اور اس پر جان دے دیتا ہے اور پیچھے نہیں ہٹتا اور کون ایسے ہیں جو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں' واپس چلے جاتے ہیں اور کافروں کی پناہ لیتے ہیں اگر بات مشورے کی ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر ہم گناہگار بھی ہیں' خطا کار بھی ہیں' جس قدر گئے گزرے ہیں' مسلمان تو ہیں۔ کم از کم مسلمانوں کا دکھ اجڑتے گھروں کی تکلیف' ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑتے ہوئے جسموں کا درد' لٹتی ہوئی عزتوں کا احساس اور کٹتے ہوئے گلوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا کچھ حیا ہمیں بھی کرنا چاہئے۔ اور اگر یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ان پر طنز نہ کیا جائے۔ یہ میرا مشورہ ہے اور یہ میری دعا ہے کہ اے اللہ! ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھ اور اسے ہدایت نصیب فرما اور اس کے گناہ معاف فرما۔ یہ میری دعا ہے۔ اور یہ میرا ایمان ہے کہ یہ جنگ بڑھے گی' جہاد ہوگا' شہادتیں ہوں گی اور پورا برصغیر فتح ہوگا اور اس پر اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے۔ یہ میرا ایمان ہے۔

اہل قلم کو وہ جملے نہیں دہرانے چاہئیں جو ابوجہل کے منہ سے نکلے تھے' جو ابولہب اور شرک کے سرداروں کے منہ سے نکلے تھے اور نہ ہی وہ رول ادا کرنا چاہئے اس لئے کہ ہم سب مسلمان ہیں۔

ان ارشادات کو پڑھ کو جو نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں فرمائے اور ضابطوں اور قوانین کو پڑھ کر جو ان تیس پاروں میں موجود ہیں آنے والا وقت شاید ہم ہوں گے یا نہ ہوں گے' شاید آج کا کالم نویس ہوگا یا نہ ہوگا لیکن میری یہ بات ریکارڈ پر ہوگی اور جو موجود ہوں گے وہ دیکھیں گے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلَ حق غالب رہا اور باطل مٹ گیا اس لئے کہ "اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" کہ باطل بنا ہی مٹنے کے لئے تھا۔

ادارہ کی زیر طبع کاوش "کلامِ خالقِ کائنات" کے مضامین و مندرجات کی

ایک جھلک

نمبر شمار	عنوانات
1-	ابتدائیہ
2-	تقریظ
3-	اعداد قرآن سے منسوب بعض مفروضات اور اس کی ہمہ صفت موصوف اعجازی فوقیات
4-	نظام کائنات اور کلام خالق کائنات
5-	حروف قرآن کی توقیفی و معجزانہ حیثیت
6-	قرآنی سورتوں کا معجزانہ نظام
7-	آیات قرآن کی متوازن موضوعاتی تخصیص
8-	قرآن کریم کے اسماء و موضوعات کی عددی ہم آہنگی
9-	قرآنی سورتوں کا وسیع الاطراف ربط معانی
10-	اعداد قرآن کی فقید المثال اعجازیت
11-	کلمہ طیب کا حرفی حسن تناسب
12-	اعراب قرآن کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ
13-	اعداد قرآن کے اعجازی انداز
14-	تسمیہ (آیت بسم اللہ) کے حروف کی اعجازی ترتیب (جمالی جائزہ)
15-	بعض متوازی اعداد قرآن میں ایک کے فرق کی توجیہہ
16-	اول وحی قرآن ...... یعنی سورت العلق کی ابتدائی 5 آیات مبارکہ کے حروف کا اعجازی ربط اعداد
17-	تمام سورت العلق کے حروف کا شماریاتی جائزہ
18-	آیت مبارکہ تسمیہ (بسم اللہ) کے حروف و اعداد کا فقید المثال حسن توازن
19-	سورت فاتحہ کی آیت اول کے حروف کے بے مثال عددی حسن ربط کا بیان
20-	سورت فاتحہ کے حروف کا حیرت انگیز توازن اعداد
21-	قرآنی سورتوں کے حروف اول کا بے مثال متوازن ربط
22-	(i) قرآنی سورتوں کے الفاظ اول
23-	(ii) حروف مقطعات ...... ہمہ جہات تخلیقی ذہانت کا باکمال و بے مثال معیار
24-	(iii) حروف مقطعات ...... مختلف اصناف حروف میں توازن اعداد کا حسن اہتمام
25-	قرآنی سورتوں کے اول الفاظ و حروف
26-	قرآن مجید کی اول و آخر سورتیں
27-	قرآن حکیم کے نظام عمل کا اعجاز (مختلف مضامین) تا اختتام

www.naqshbandiaowaisiah.com

متنوع خوبیوں کی حامل شخصیات خال خال ہی ہوتی ہیں۔ انہی شخصیات میں سے ایک شخصیت امیر محمد اکرم اعوان کی ہے جو شاعر بھی ہیں اور ان کے کئی شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ وہ ادیب بھی ہیں' انہوں نے سفرنامے بھی لکھے' دینی موضوعات پر انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ وہ پیر بھی ہیں اور لوگوں کو اللہ اللہ کرنا سکھاتے ہیں اور تصوف کے سلسلہ اویسیہ کے موجودہ جانشین ہیں۔ انہوں نے تعلیم و تربیت کا اپنی طرز کا ایک نظام صقارہ اکیڈیمی کے نام سے شروع کر رکھا ہے اور کئی شہروں میں سکول کھولے گئے ہیں جن میں اسلامی' دنیوی' عسکری تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ ایک بہت اچھے شکاری ہیں جو چلتی گاڑی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اڑتے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات اور دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں علاج کی غرض سے میڈیکل ٹیمیں بھجواتے ہیں۔ وہ ایک سیاح بھی ہیں جنہوں نے دنیا کا کوئی کونہ نہیں چھوڑا۔ وہ" تنظیم الاخوان " کے امیر بھی ہیں۔ ایک میدان ابھی تک ان کی دسترس سے باہر تھا مگر ایک نئی تحقیق کی بدولت وہ اس میدان یعنی میدان طب میں اتر ہو گئے ہیں اور وہ نئی تحقیق ہے ایک "ہیئر گارڈ آئل"۔

☆ مولانا محمد اکرم اعوان کا نو دریافت نسخہ ☆

"ہیئر گارڈ آئل"

قدرتی اجزاء سے بنا ہوا

o ...... نئے بال اگائے o...... خشکی دور کرے o...... بالوں کی ٹوٹ پھوٹ روکے o...... نیز بال چرا اور دانے ختم کرے

اب پھر دستیاب ہے

نوٹ

پے آرڈر' چیک' ڈرافٹ اور منی آرڈر کے ذریعے ادائیگی کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے البتہ خریداروں کی سہولت کیلئے دارالعرفان منارہ سے بھی ہیئر گارڈ آئل کی فراہمی کو ممکن بنایا گیا ہے۔

اکرم اعوان۔ 87 بی' آرمی فلیٹ' سرفراز رفیقی روڈ' لاہور کینٹ' فون: 042-6661701

قیمت فی بوتل

500 روپے

بینڈ 250 ملی لیٹر

ملنے کا پتہ :

(1) دارالعرفان' منارہ' ضلع چکوال

(2) 17۔اے' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور' فون : 042-5182727

(3) دارالعرفان 220 گلی نمبر 12' چکلالہ سکیم۔III راولپنڈی' فون : 051-5504575

تنظیم الاخوان کے

امیر محمد اکرم اعوان

کے بیانات

اخبارات کی روشنی میں

24 جنوری تا 21 فروری 2002ء

ڈیلی یارن
7 فروری
2002ء

Daily YARN Faisalabad
چیف ایڈیٹر محمد اسلم
ڈیلی یارن
فیصل آباد
Ph & Fax: 668819

کفار نے متحد ہو کر واحد اسلامی ریاست مٹادی' امت مسلمہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی' امیر تنظیم الاخوان

کفر کو چیلنج کرنے کے جذبہ سے محرومی زوال کی بڑی وجہ ہے' اکرم اعوان

عالمی آبادی کا تیسرا حصہ اور 80 فیصد ہونے کے باوجود مسلمان ذلیل وخوار ہو رہے ہیں کیونکہ ہم نے صاحبان اقتدار اور عوام کے لئے الگ الگ قانون بنالئے

اسلام پھلدار پودا ہے جسے نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے' کفر جنگل کا پودا ہے جو خود بخود پھیلتا ہے' اس کی نشوونما روکنے کے لئے اسے چیلنج کرنا ہوگا' منارہ میں خطاب

فیصل آباد (وقائع نگار) اہل اقتدار سے عام آدمی تک قانون کی حکمرانی نہ ہونا اور کفر کو چیلنج کرنے کے جذبہ سے محرومی کے باعث عالم اسلام پستی کا شکار ہوا۔ افغانستان کے بے سروسامان مسلمانوں نے کرہ ارضی پر واحد اسلامی ریاست قائم کی تھی۔ مگر عالم کفر نے متحد ہو کر اسے مٹادیا اور امت مسلمہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی۔ ان خیالات کا اظہار مولانا محمد اکرم اعوان نے منارہ میں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے خصوصی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی چھ ارب آبادی 122 اقوام میں منقسم ہے۔ مسلمانوں کی کل تعداد دو ارب ہے یعنی دنیا کا ہر تیسرا فرد مسلمان ہے۔ غیر جانبدارانہ اعداد وشمار کے مطابق دنیا کے وسائل کا 80 فیصد حصہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ جس میں تیل' گرم پانی کی بندرگاہ' گیس' معدنیات اور زرخیز زمین شامل ہے۔ اہل مغرب 80 فیصد وسائل پر مسلمان ممالک کا قبضہ تسلیم نہیں کرتے ان کے مطابق 42 فیصد وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں۔ مسلمان دنیا کی بہترین لیبارٹریوں میں کام کر رہے ہیں۔ 42 فیصد وسائل بھی تسلیم کئے جائیں تو بھی عالم اسلام کی موجودہ صورتحال سوالیہ نشان ہے۔ مسلمان ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا کہ کافروں کی بقا کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ کافر ممالک میں مقتدر طبقے سے عوام تک قانون کی حکمرانی ہے اور دوسری یہ کہ کفر جنگل کے پودے کی طرح خود بخود پھلتا پھولتا ہے جبکہ اسلام پھلدار پودا ہے جسے حفاظت اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگل کے پودے کی نشوونما میں اس وقت تک رکاوٹ نہیں آتی جب تک کوئی اسے چیلنج نہ کرے۔ مسلمانوں نے کفر کو چیلنج کرنا چھوڑ دیا ہے۔ صاحبان اقتدار کے لئے الگ اور عوام الناس کے لئے الگ قوانین بنالئے اسی لئے انہیں موجودہ صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

نوصد اڑسٹھ صفحات پر مشتمل ایک ایسی دلچسپ کتاب جسے آپ پہلے صفحہ سے شروع کریں تو ایک ہی نشست میں ختم کرنا چاہیں۔

ایک ایسی کتاب جس میں تصوف بھی ہے، شریعت بھی ہے، فلسفہ بھی ہے، نفسیات بھی ہے، آپ بیتیاں بھی ہیں، پیری مریدی بھی ہے، شاعری بھی ہے، شکاریات بھی ہے، سیاست بھی ہے لیکن سب کچھ معاشرے میں پھیلے ہوئے موجودہ تصورات سے ہٹ کر۔ ایسے ایسے موضوعات، سوالات اور جوابات جن پر آپ نے شاید کبھی سوچا تک نہ ہو۔

ولی کامل اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے حالات زندگی، ان کی نادر تحریروں کا عکس، امیر محمد اکرم اعوان کے شب و روز، تنظیم الاخوان کی سرگرمیاں، ادیبوں، شاعروں اور کالم نویسوں کے تبصرے جائزے جن میں منیر نیازی، ڈاکٹر محمد اجمل نیازی، علی اکبر منصوری، پروفیسر خورشید رضوی، پروفیسر محمد اکرم طاہر، ہارون رشید، گلزار آفاقی، خورشید ندیم، جاوید چودھری، سینیٹر محمد طارق چودھری، بشریٰ اعجاز، شکیل پراچہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک ایسی کتاب جسے پڑھ کر قاری سوچے کہ میں اب تک اس سے محروم کیوں رہا۔

اور

ایک ایسی کتاب جسے آپ کسی بھی فرد کو تحفہ دے سکیں

اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

خوش نصیبی

جاوید چودھری

کوئی ماتحت افسر باس سے بے عزتی کرا کر باہر نکلا' دفتر میں اس کا دوسرا کولیگ بیٹھا تھا' ماتحت نے آتے ہی فائل پرے پھینکی' میز کو ٹھڈا مارا اور کرسی پر ڈھیر ہو کر بولا ''میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی نوکری پر'' کولیگ نے گھبرا کر اس حقیقت پسندی کی وجہ دریافت فرمائی' پریشان افسر غصے سے بولا ''میں فائل لے کر گنجے کے کمرے میں گیا' فائل دکھائی لیکن اس نے مجھے شٹ اپ کہہ کر دفتر سے نکالا دیا' میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے افسروں اور ایسے دفتروں پر بھی'' کولیگ نے قہقہہ لگایا' فائل اٹھائی' جھاڑی اور میز پر رکھ کر بولا ''تم بہت خوش نصیب ہو' وہ تمہاری بہت عزت کرتا ہے' وہ تمہیں صرف شٹ اپ کہتا ہے' میری طرف دیکھو میں صبح فائل لے کر اس کے کمرے میں گیا تو اس نے مجھے شٹ اپ بھی کہا اور ایڈیٹ بھی''۔ ہوسکتا ہے کولیگ کی بات واقعی درست ہو' حقیقتاً ''شٹ اپ'' کا تمغہ وصول کرنے والا افسر ہی خوش نصیب ہو لیکن اس کا فیصلہ ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے' پہلے ہم صدر پرویز مشرف کے ساتھ امریکہ جانے والے وفد اور اس وفد کے ساتھ ایئرپورٹ پر ہونے والے واقعے کا جائزہ لیں گے۔

صدر پرویز مشرف کے ساتھ پاکستان سے مختلف لوگ امریکہ کے سرکاری دورے پر واشنگٹن گئے' جب یہ لوگ نیویارک سے واشنگٹن روانہ ہونے لگے تو ایئرپورٹ پر ان کی جامہ تلاشی لی گئی' ان کے جوتے تک اتار کر دیکھے گئے' یہ سیدھی سادی زیادتی تھی' یہ لوگ سرکاری دورے پر تھے' امریکہ کے معزز مہمان تھے' خصوصی ویزے لے کر وہاں گئے تھے۔ وفاقی وزیر تجارت رزاق داؤد اور صدر کے پریس سیکرٹری' حکومت پاکستان کے ترجمان اور آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل راشد قریشی بھی ان میں شامل تھے۔ حکومت کے ان دو اہم نمائندوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ امریکی ایجنسیوں کا یہ رویہ اس قدر ناروا تھا کہ وفد میں موجود صحافیوں نے شدید احتجاج کیا' ایک ایڈیٹر نے حکومت کو تجویز دی آئندہ پاکستان سے جو بھی سرکاری وفد آئے اسے سلیپروں اور لباس کے نیچے پہننے والے مختصر کپڑوں میں بھیجا جائے۔ ایک صاحب نے کہا ہمارے ساتھ یہ سلوک گرین پاسپورٹ کی وجہ سے ہوا۔ یہ واقعہ اس قدر سنگین تھا کہ بی بی سی لندن نے اپنی نشریات میں نہ صرف اس کا ذکر کیا بلکہ اسے توہین بھی قرار دیا۔ خود وفد میں موجود سرکاری افسر اس سلوک پر ناخوش تھے۔ ابتدائی پریس کانفرنس میں میجر جنرل راشد قریشی نے بھی اسے توہین ہی گردانا لیکن صدقے جائیں امریکہ میں ہمارے سفارتخانے اور اس کے عملے کی ذہانت پر' جب وفد کے ارکان نے امریکی دفتر خارجہ میں اس سلوک کے خلاف سرکاری احتجاج کا مطالبہ کیا تو ہمارے سفارتی عملے نے جواب دیا ''امریکہ کے تمام ہوائی اڈوں پر مسافروں کو اس قسم کی تلاشی سے گزرنا پڑتا ہے اس لئے یہ کوئی اہم واقعہ نہیں''۔ اس جواب پر وہاں موجود ایک صحافی نے عرض کیا ''حضور اگر پاکستان کے کسی ایئرپورٹ پر سرکاری دورے کے دوران کسی امریکی وزیر کی یوں تلاشی ہوتو اس پر امریکہ کا کیا ردعمل ہوگا'' ہمارے سفارتی عملے نے اس سوال کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور کان لپیٹ کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔

ہوسکتا ہے میرے وہ تمام دوست اور بزرگ جو ایئرپورٹ پر تلاشی کے اس ٹھیک ٹھاک عمل سے گزرے ہیں' امریکی سیکورٹی ایجنسیاں جن کے جوتوں میں بم تلاش کرتی رہی ہیں اور اس عمل کے دوران جن کی ''فلائٹس مس'' ہوئیں وہ مجھ سے اتفاق نہ کریں لیکن جہاں تک میری ''فہم و فراست'' ہے میں اپنے سفارتی عملے سے پوری طرح متفق ہوں' واقعی امریکی ایئرپورٹوں پر غیر ملکی مسافروں کی اسی طرح تلاشی لی جاتی ہے' انہیں ٹٹول ٹٹول کر دیکھا جاتا ہے' ان کے جوتے اور جرابیں بھی اتروائی جاتی ہیں لہٰذا اس قسم کی تلاشی کوئی غیر معمولی واقعہ ہے اور نہ ہی توہین۔ لیکن اصل بات جو ہمارا سفارتی عملہ ہمارے وفد کے ارکان کو اپنی گوناگوں مصروفیت کے باعث نہ بتا سکا وہ زیادہ غور طلب ہے۔ ہمارے سفارتی عملے کو ہمارے وفد کے ناراض

www.naqshbandiaowaisiah.com

ارکان کو بتانا چاہئے تھا آپ لوگ تو بہت خوش نصیب ہیں کہ امریکی ایجنسیوں نے امریکہ اور پاکستان کے برادرانہ تعلقات کی وجہ سے آپ کے صرف جوتے اتارے ورنہ پچھلے ہفتے جب روانڈا کا مویشیوں کا وفاقی وزیر واشنگٹن کے سرکاری دورے پر آیا تو امریکی ایجنسیوں نے نہ صرف اس کے کپڑے اتار لئے بلکہ ایئرپورٹ پر اسے احتیاطاً غسل بھی دے ڈالا۔ ٹمبکٹو کے میئر کو تو ابھی چند ہی روز ہوئے وہ وائٹ ہاؤس کی دعوت پر واشنگٹن آیا' ایئرپورٹ پر اس کا سوٹ اتار کر اسے باندھنے کے لئے بیڈ شیٹ دی گئی' اس بے چارے نے اسی لباس میں آفیشل ڈنر کھایا اور عزت و آبرو کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ ابھی کل کی بات ہے زائر کا ڈپٹی پرائم منسٹر امریکہ کے نائب صدر کی دعوت پر واشنگٹن آیا' سیکورٹی ایجنسیوں نے اس کے کتوں کو جانے دیا لیکن اسے روک لیا لہٰذا اے میرے وطن کے ناسمجھ لوگو! تم لوگ امریکہ سرکار کے دل میں اپنی محبت' اپنی عزت کا اندازہ لگاؤ' ان لوگوں نے تمہیں ذرا سا ٹٹول کر دیکھا بس ایک آدھ بار جوتے اتروائے اور تھوڑی دیر کے لئے ہاتھ اوپر اٹھوا کر بغلیں گدگدائیں۔ رہا دو تین گھنٹے تک تلاشی کی قطار میں کھڑا رہنا تو اتنی بڑی بڑی خوش نصیبوں اور اتنی بڑی بڑی دوستیوں میں تھوڑے بہت دکھ تو برداشت کرنا ہی پڑتے ہیں۔

اونٹوں کے ساتھ دوستی میں ظرف کے دروازے تو اونچے رکھنا ہی پڑتے ہیں۔

(بشکریہ جنگ)

بقیہ .... پیش گوئی

طرح عام مذہب سمجھنا ہماری سخت غلطی ہوگی کیونکہ یہ دین مذاہب کے زوال کے اس زمانے میں بھی ایک واحد منطقی اور روحانی نظریہ حیات کے طور پر یورپ میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ جبکہ عیسائیت خود مغرب میں ختم ہو رہی ہے۔ چرچ خالی ہوتے جا رہے ہیں اور مساجد بھرتی جا رہی ہیں۔ عیسائیت پسپا ہو رہی ہے اور اسلام آگے ہی بڑھتا جا رہا ہے۔"

"ایک عقیدہ کو شکست دینے کے لئے عقیدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے پاس کیا ہے؟ انفرادیت' جمہوریت' برابری؟ کیا ان چیزوں سے ہم ایک ایسے جنگجو عقیدے کو شکست دے سکتے ہیں جو پندرہ سو سال سے حرکت میں ہے اور اب دوبارہ کروٹ لے کر بیدار ہو رہا ہے؟"

پیٹرک کی طرح اور بھی کئی امریکی و مغربی فلاسفر یہی سوچ رکھتے ہیں' مگر ہمارے فلاسفر اور دانشور اور حکمران صرف بش' ٹونی بلیئر اور ان کے گماشتہ تجزیہ نگاروں کی باتیں سن کر یہ فرض کر بیٹھے ہیں کہ ہماری بقا صرف اور صرف امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے اور اس کی برتری کا اعتراف کر لینے میں ہے۔ پیٹرک کے تجزیے کا ماحصل یہ ہے کہ علوم و فنون' سائنس و ٹیکنالوجی میں تیز رفتار پیش رفت کرنے کے ساتھ مسلمانوں کو اپنے جنگجو یا جہادی عقیدے پر سختی سے کاربند رہنا پڑے گا ورنہ تہذیبوں کے تصادم میں کامیابی ان کا مقدر نہیں بن سکتی۔

(بشکریہ نوائے وقت)

بقیہ ...... خودکش بسکٹ اور صدر امریکہ

اپنی ترتیب ہے۔ وہ انسانوں اور انسانوں کے بنائے ہوئے خداؤں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ وہ چاہے تو ابرہہ کے لشکر پر ابابیل کی نرم و نازک چونچوں میں پکڑی ننھی منی کنکریوں سے ہاتھیوں کو کھائے ہوئے بھس میں تبدیل کر دے۔ اور پھر خدائی کے دعویدار نمرود کو اللہ چاہے تو اس کی ناک میں ایک اور اپنی ننھی مخلوق مچھروں میں سے ایک ایسا مچھر جس کی دونوں ٹانگیں بھی سلامت نہ تھیں۔ لنگڑا تھا۔ وہ نمرود کی ناک میں اللہ کے حکم سے گھس جاتا ہے اور اس کے دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر نکلنے کا نام تک نہیں لیتا جس سے اسے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ کراہتا اور چلاتا ہے کہ میرے سر پر کچھ مارو اس کے حکم پر اس کے کارندے اور اہل خانہ اس کے سر پر جوتے مارتے اور جب تک جوتے مارتے رہتے اسے کچھ سکون ملتا۔ لہٰذا یہ عمل وقفے وقفے سے جاری رہتا۔ مگر کیا کیا جائے۔ کہ پھر یہی لنگڑا مچھر ہی اس کی موت کا باعث بنا۔ اب صدر امریکہ نے اسی اللہ اور اللہ والوں کے خلاف نہ صرف اعلان جنگ کر رکھا ہے بلکہ باقاعدہ حالت جنگ میں ہیں لہٰذا ان پر اللہ کا شکر واجب ہو گیا ہے۔ اور باقاعدہ توبہ تائب ہونے کا موقع مل گیا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اگر چند لمحے اور وہ بسکٹ اڑا رہ جاتا تو کیا ہوتا۔ یا تو وہ خود اپنے سر میں جوتے مروا رہے ہوتے یا اپنی تمام خدائی کے نشہ سمیت اب تک عبرت کا نشان بن چکے ہوتے۔ اگرچہ حادثے کے بعد ان کی جو تصویر اخبارات کی زینت بنی وہ بزبان حال سے یہی کہہ رہی تھی' دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

"ایک سوال"

آسیہ اعوان ...... دارالعرفان، چکوال

ایک سوال نے کچھ روز سے میرے ذہن کے پردوں پہ جال سا بُن رکھا ہے، سوال کیا ایک الجھن سی ہے جو سلجھ نہیں رہی۔ شائد آپ میری مدد کر سکتے ہوں میں نے تو ہر ہر پہلو پہ سوچ کر دیکھ لیا۔ مثلاً انسان ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس کی ذات کے ہزاروں پہلو ہوتے ہیں مختلف حوالوں سے مختلف رشتوں میں وہ الگ الگ حیثیت سے جیتا ہے۔ ایک ہی انسان ایک ہی فرد کے لئے بہت اچھا اور اسی وقت کسی دوسرے کے لئے بہت برا ہو سکتا ہے۔ اب یہ سامنے والے کی قسمت کہ اس کا تعلق اس کی ذات کے کس پہلو سے ہے۔

جب ایک انسان کی شخصیت اتنی ہمہ پہلو ہو سکتی ہے تو دنیا کی آبادی تو چھ ارب ہے۔ خدایا! کتنے ہی روپ ہیں انسانیت کے۔ ہم اگر عمر بھر میں اور کچھ بھی نہ کریں صرف انسانوں کو Study کرنا شروع کر دیں تو یقیناً عمرِ نوح بھی کم پڑ جائے۔

ایک بات حتمی ہے کہ ہر انسان کا ایک روپ باقی سب پہ غالب ہوتا ہے۔ یعنی یا وہ انسان اچھا ہوتا ہے یا برا۔

پھر اگر وہ اچھا ہے تو اس کے ہر روپ پہ اس اچھائی کی چھاپ لگی ہو گی۔ مثلاً وہ حالات سے متعلق مثبت سوچ رکھتا ہو گا۔ دوسروں کے لئے اس کا دل نرم ہو گا، اپنی ذات کے حوالے سے وہ صاف گو اور پاک طینت ہو گا یعنی ہر چیز، ہر بات، ہر عمل جو اس کی ذات سے متعلق ہے اس میں اچھائی اور نیکی کا عنصر غالب ہو گا۔

اگر وہ صاحبِ اقتدار ہو گا تو اپنی قوم کو اپنی جان سے عزیز تر جانے گا۔ قوم کے مفاد پہ اپنا مفاد قربان کر دے گا۔ اس کی سوچ تنہا اس کی ذات سے متعلق نہ ہو گی بلکہ پوری قوم کی قسمت کو اپنی قسمت اور ترقی کو اپنی ترقی جانے گا۔ وہ صرف اپنی اولاد کے لئے ہی باپ نہیں ہو گا بلکہ قوم کی ہر بیٹی کو اپنی عزت اور ہر بیٹے کو اپنا دست و بازو جانے گا۔

ان کے مستقبل کے لئے اسی طرح فکر مند ہو گا جس طرح کوئی اپنی سگی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔ وہ اپنوں کے لئے ریشم کی طرح نرم ہو گا اور دشمن کے لئے فولاد۔

اور اگر وہ استاد ہو گا تو وہ صرف سکول ٹائم میں ہی استاد نہ ہو گا بلکہ اٹھتے بیٹھتے سکول میں یا سکول سے باہر کسی بھی جگہ تعلیم و تربیت سے متعلق اپنے فرائض سے غافل نہ ہو گا۔ اس کی عام سی باتیں بھی خاص ہوں گی اور خاص باتوں کو بھی وہ عام انداز میں یوں بیان کر جائے گا کہ سننے والا نصیحت کا بوجھ محسوس نہیں کرے گا۔

اگر وہ باپ ہو گا تو صرف اپنی اولاد کے لئے نہیں بلکہ سب کے بچوں کے لئے ایک شفیق بزرگ ہو گا۔ جس بات سے اپنے بچوں کو روکے گا وہ ہرگز نہیں چاہے گا کہ کوئی دوسرا بچہ بھی ویسا کرے۔

اپنے بچے کا پیٹ بھرا ہو گا تب بھی غریب کے بچے کی بھوک اور حسرت کو محسوس کرے گا آخر وہ بھی تو اولاد رکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اولاد کے پیٹ کی بھوک اور حسرت کس طرح والدین کا جگر سوختہ کر دیتی ہے۔

اگر وہ عام شہری ہے تو اسے یہ نہیں لگے گا کہ اس کے گرد اجنبی چہروں کا ایک انبوہ ہے بلکہ اسے اپنا ہر ہم مذہب، ہر ہم وطن اپنا بھائی دکھے گا۔ وہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے ان کی جان، مال اور آبرو کی ایسے ہی حفاظت کرے گا جیسے وہ اپنی جان، مال اور آبرو کے تحفظ کا خواہاں ہے۔

اگر وہ کسی ذمہ دار عہدے پر متعین

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے تو وہ اپنی ذمہ داریوں سے انصاف کرے گا۔ اور اپنے عہدے کی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کو ملک وقوم سے خیانت جانے گا۔

کہنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کی فطرت اگر صالح ہو تو قدرت اور قسمت اسے جو بھی رول دے گی وہ اس میں مثبت رنگ تلاش کر ہی لے گا اور اپنے عمل سے اسے مزید اجالنے کی سعی کرے گا۔

اس سے غلطی تو ہو سکتی ہے کہ وہ فرشتہ نہیں ہوتا لیکن اس پہ اصرار نہیں ہوگا گویا وہ فرشتہ سیرت ہو سکتا ہے۔

اسی لئے ایسے شخص کو اگر حالات مجبور کر دیں یا وہ ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور ڈاکو یا لٹیرا بن جائے تب بھی ظالم کا ہاتھ قطع کرے گا اور مظلوم کی دادرسی کرے گا' بے ایمانی اور خیانت سے جمع کی گئی دولت کو لوٹے گا اور غریبوں میں بانٹ دے گا۔ اور یہ کوئی افسانوی باتیں نہیں ہیں ایسی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں۔

پھر ایک قسم ہوتی ہے انسانوں کی جو بین بین ہوتے ہیں' نہ زیادہ اچھے نہ بہت برے' موقع نہ ملا تو اچھے اور مل گیا تو برے۔

ایسے لوگ کسی حد تک بزدل ہوتے ہیں کہ برائی کے مواقع خود پیدا نہیں کر پاتے' جھجک جھجک کر نیکی کرتے ہیں اور رک رک کر برائی۔

دنیا کی بیشتر آبادی ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہے جو خود کچھ نہیں بنتے انہیں حالات بناتے ہیں۔ یہ وہ جم غفیر ہے جو پیچھے چلنے کے عادی ہوتے ہیں' نئی راہوں کے متلاشی نہیں نہ ہی نئی جہتوں کے کھوجی۔

ہزاروں میں کوئی ایک شخص Lead کرنے والا ہوتا ہے اور باقی سب لبیک کہنے والے۔ شاید انہیں ہی عوام کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اور ان کے اس بے فائدہ اکٹھ کو عوام کی طاقت کہہ کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب ایک تیسری قسم کی بات کرتے ہیں جو شائد آخری بھی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ شقی کہتا ہے' پہلی قسم سعید ہوتی ہے۔ یعنی ''خوش بخت'' اور شقی یعنی ''بدبخت''۔ انہیں بدبخت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نہایت برے ہوتے ہیں۔

قالب تو انسان کا ہوتا ہے۔ لیکن اندر سے بھیڑیے ہوتے ہیں نرے جانور۔

جو اگر لیڈر ہے تو دوسروں کی مجبوریوں سے اپنی سیاست کو چمکانا اپنی دانائی سمجھے گا' اسلئے کہ دوسروں کے دکھ پہ دکھی نہیں ہوتے بلکہ یہ تو دکھوں کی بھی تجارت کرتے ہیں۔ کبھی افلاس کے ماروں کو روٹی' کپڑا اور مکان کا نعرہ دے کر اور کبھی ظلم کی چکی میں پسے ہوؤں کو دہلیز پہ انصاف مہیا کرنے کا وعدہ کر کے اقتدار کی سیڑھی چڑھتے ہیں۔ اور پھر خدا بن جاتے ہیں اور ملک و قوم سے ناخداؤں سے بھی بدتر سلوک کرتے ہیں۔

خود تو اقتدار سے جاتے ہی ہیں ملک کو بھی تباہی سے ہمکنار کر جاتے ہیں عیاشی وعیش کوشی ان کے ضمیر کو سلا دیتی ہے۔ پھر کوئی بھوکا سوئے' ظلماً قتل ہو یا لوٹ لیا جائے وہ اپنے آرام میں خلل واقع نہیں ہونے دیتے۔

مائیں دہائی دیں' بیٹیاں عزتوں کے واسطے' بوڑھے باپ کی کمر غم سے ٹوٹ جائے یا قوم کے جوان بیٹے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود سوزی کر لیں ایوانِ اقتدار کی بلند و بالا فصیلوں سے پرے کوئی ناپسندیدہ آواز داخل نہیں ہو پاتی۔

ایسا شخص اگر راہنما یا استاد ہو تو قوم کے نوجوان بے راہرو ہو جائیں گے کہ انہیں تعلیم کے نام پہ Information تو ہر قسم کی مل جائے گی لیکن تربیت ناپید ہوگی' ان کے پاس اچھائی' برائی اور نیکی اور بدی کو ماپنے یا پہچاننے کا کوئی آلہ نہیں ہوگا کہ جس کی بنیاد پہ وہ درست راہوں کا تعین کر سکیں۔

پھر ایسا استاد انہیں کردار کی عظمتوں سے' تہذیب وروایات کی گہرائیوں سے نابلد رکھ کر احساس کمتری میں مبتلا کر دے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

گا اور نوجوان نسل غیر کی تہذیب کو آئیڈیل مان کر آدھی تیتر آدھی بٹیر بن کر رہ جائے گی۔

اس لئے کہ معلم قوم کا معمار ہوتا ہے اور معمار' جیسی اینٹیں لگائے گا ویسی ہی عمارت ابھر کر سامنے آئے گی۔

اگر ایسا شقی القلب شخص کسی اہم اور ذمہ دار پوسٹ پہ لگ گیا تو اس محکمے کی تو لٹیا ہی ڈبو دے گا۔ رشوت و سفارش کا ایسا بازار گرم ہوگا کہ جس میں ملکی ترقی کے سارے امکانات جل کر خاکستر ہو جائیں گے۔

ایسے لوگ ملک کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں' اس کے باوجود ان کے پیٹ کا دوزخ بھرتا ہی نہیں ہے اور تقاضا کرتا ہی رہتا ہے "هَلْ مِنْ مَّزِيدْ"

اور اگر وہ لٹیرا ہو تو پھر تو خلقِ خدا کا خدا ہی حافظ ہے وہ گھر کو لوٹے گا بھی اور مالک کی جان بھی لے لے گا۔ بہو بیٹی سے زیور بھی چھینے گا اور عصمت کو بھی پامال کر جائے گا۔ گویا ایک شیطان مجسم ہو کر انسانوں کے معاشرے میں دندناتا پھرتا ہے۔ ناحق خون بہانے اور ظلم کرنے کی اسے لت سی پڑ جاتی ہے۔

ظلم تو یہ ہے کہ وہ نہ صرف حال کو پراگندہ کرتا ہے بلکہ قوم کے سنہرے مستقبل کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔ چند ٹکوں کے عوض نوجوان نسل کو شراب' جوئے اور نشے کی راہ پہ ڈال دیتا ہے اور جو جوان اس کی ڈھب پہ لگ جائے اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھما دیتا ہے۔

اور اگر ایسا شخص کسی کا باپ ہو تو وہ اپنی ہی اولاد کو کمائی کا ذریعہ بنا لیتا ہے' کبھی جز وقتی فروخت کرتا ہے اور کبھی ہمیشہ کے لئے رقم کھری کر لیتا ہے۔

اسے انا' عزت و آبرو اور غیرت سے کیا واسطہ' اسے تو صرف مال چاہئے جیسے بھی ملے' جہاں سے بھی ملے۔ جس کی نظر میں اپنی آبرو کوئی معنی نہیں رکھتی اس کے نزدیک دوسروں کی عزت کے احترام کا تصور کہاں سے آئے گا۔

ایسے لوگ ہر ہر روپ میں' ہر حیثیت میں ملک و قوم کے لئے ناسور ہوتے ہیں۔ ان کی وحشت و درندگی تہذیبوں کو کنگال کر دیتی ہے اور انسانیت کو حیوانیت کا شکار بنا دیتی ہے۔

یہ تجزیہ تو شائد کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لیکن میرا سوال اب بھی وہیں قائم ہے۔

گزشتہ روز ایک چھوٹی سی خبر میری نظر سے گزری جس کو کسی نے اہمیت نہیں دی' جس پہ کسی کالم نویس نے قلم نہیں اٹھایا اور نہ ہی وہ مباحثوں میں بحث کا موضوع بنی پھر پتہ نہیں کیوں وہ میرے ذہن سے چپک کر رہ گئی۔

خبر افغانستان کے نئے صدر حامد کرزئی صاحب سے متعلق تھی۔

وہ فرماتے ہیں کہ:

"کابل کی لڑکیاں میرے لباس کی وجہ سے مجھ پہ مرتی ہیں"۔

بظاہر کتنی بے ضرری بات ہے۔ لیکن مجھے الجھن میں گرفتار کر گئی کہ محترم کرزئی صاحب پختہ عمر بھی ہیں' ملک کے صدر بھی ہیں' اپنی قوم کے راہنما بھی ہیں اور ایک باپ بھی ہیں۔

پھر میں ان کے اس بیان کو ان کی کس حیثیت سے جوڑوں۔ اس کو کس Category میں رکھوں۔ ایک مقتدر شخصیت کی' ایک راہنما اور محافظ کی یا ایک باپ کی؟

حکمران کیا قوم کی بیٹیوں کے لئے باپ کی مثل نہیں ہوتا؟؟

اور شائد یہ سوال صرف میرا نہیں ہے اس لئے کہ کابل یونیورسٹی کی ایک طالبہ بھی ایک سوال کر رہی ہے' وہ کہتی ہے:

"کل مجھے محرم کے بغیر اور پردے کے بغیر گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی اور آج ہے لیکن میں اس آزادی کا کیا کروں جب میری عزت ہی محفوظ نہیں ہے"۔

کابل کی اس بیٹی کو عزت کی ضمانت کون دے گا؟؟؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

بڑھتی ہوئی آبادی پر کنٹرول

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

موجودہ تہذیب نے انسانی زندگی کے مختلف مسائل میں سے معاشی مسئلہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے اور معاشی خوشحالی کو فرد اور ریاست کی ترقی کی معراج قرار دیا ہے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن صورت آبادی میں بے پناہ اضافہ ہے۔ اس وقت مغرب اور اس کی دیکھا دیکھی دنیا بھر کی تمام حکومتیں اس غم میں گھلی جا رہی ہیں کہ اس پر کنٹرول کیسے ہو چنانچہ ہماری اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بھی اس کی فکر لاحق ہوگئی اور ملک کے علمی مراکز اور یونیورسٹیاں علمی سطح پر اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سکالر کی طرف سے مجھ سے یہ مطالبہ ہوا کہ اس مقالہ کے لئے قرآن کریم کی کوئی آیت یا رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث لکھ دو۔ میں نے جب اس مطالبہ کے پورا کرنے پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں تو اس ضمن میں نہایت تفصیلی ہدایات ملتی ہیں ہاں کفر کی تائید کے لئے کچھ نہیں چنانچہ ان میں سے بطور نمونہ کچھ ہدایات پیش خدمت ہیں۔

آبادی کی اس رفتار پر قابو پانے اور اضافہ کو روکنے کے لئے چند تدابیر ہیں جنہیں اختیار کر کے اس مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

مثلاً (1) جوان مردوں اور عورتوں کے لئے نکاح کرنا قانوناً جرم قرار دے دیا جائے اس سے دہرا فائدہ ہوگا ایک تو شادی کے اخراجات ختم دوسرا آبادی میں اضافہ پر کنٹرول لیکن اس کے متعلق قرآن کریم یہ فرماتا ہے۔

(ا) فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرو خواہ دو ہوں، تین ہوں چار ہوں“۔

یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے اور یہ داعیہ ایسا فطری داعیہ ہے کہ اس کی تسکین شریفانہ طریقے سے نہ ہو تو بہیمانہ طریقہ سے لازماً ہوگی اور اس طرح وہ معاشرہ انسانی معاشرہ نہیں رہے گا بلکہ جنگلی جانوروں، بندروں اور خنزیروں کا معاشرہ ہوگا۔ جیسا کہ کفر کی دنیا میں ہے۔ جہاں آزاد شہوترانی کی بدولت غیر شادی شدہ ماؤں (Un married mothers) کو حکومتیں نان نفقہ سے نوازتی ہیں۔

(ب) دوسرے مقام پر فرمایا وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ مرد اور عورت دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جو بغیر جوڑے کے ہو۔ یعنی مرد بغیر بیوی کے اور عورت بغیر خاوند کے اور دونوں صورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو حکم ہو رہا ہے کہ معاشرے میں کسی کو بن بیاہے نہ رہنے دو۔ کنوارا ہو یا رانڈ۔

اسی آیت میں آگے ہے۔ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ یعنی اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے بھی کسی کو بن بیاہا نہ رہنے دو اگر انہیں اس کی استطاعت موجود ہو۔

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے یعنی میرے لائے ہوئے دین کی ایک پسندیدہ صورت ہے تو جو شخص میری سنت سے منہ موڑے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کا حضور اکرم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ پہلی تدبیر کارگر سہی مگر اس کو اختیار کرنے سے محسن انسانیت ﷺ سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے جس کا اتنا حوصلہ ہو وہ بیشک آبادی کی رفتار کو روکنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کر لے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ نکاح کرنے پر کوئی پابندی نہ ہو البتہ نکاح کے بعد ازدواجی تعلقات قائم کرنے والوں کی کڑی نگرانی کی جائے اور انہیں قومی ٹیکس نیٹ میں لایا جائے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جس سے قومی خزانے میں آمدنی کا خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور معیشت سدھرنے لگے گی۔

اس تدبیر کے متعلق قرآن کریم میں یہ ہدایات ملتی ہیں :-

(ا) نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ عورت کیلئے کھیتی کا لفظ استعمال کر کے معانی کی ایک دنیا سمودی گئی ہے۔ مثلاً کھیتی کا ایک مقصد ہوتا ہے اور اس مقصد کیلئے ایک ابتدا ہے اور ایک انجام یا انتہا۔ ابتدا بیج ڈالنا ہے اور انتہا پھل حاصل کرنا ہے بھلا یہ بھی کہیں دنیا میں پایا گیا ہے کہ کھیتی کا مقصد صرف بیج ڈالنا ہو یا یہ بھی کہیں دیکھا ہے کہ کھیتی تو ہو مگر بیج ہرگز نہ ڈالا جائے۔ تو اس آیت میں فاتوا حرثکم فرما کر گویا حکم دیا جا رہا ہے کہ بیویوں سے مباشرت کیا کرو یہ فطرت کا تقاضا ہے۔

(ب) رمضان کا مہینہ آدمی کو انسان بنانے کی نہایت عمدہ تدبیر ہے۔ اس میں حلال طیب اور ضروری امور پر بھی کچھ وقت کے لئے پابندی لگا دی گئی ہے۔ مگر وظیفہ زوجیت ایسا فطری داعیہ ہے کہ انسان کے لئے حکم ہو احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم یعنی ماہ رمضان میں بھی رات کو بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا تمہارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے۔

پھر ذرا آگے بڑھ کر حکم کے انداز میں فرمایا باشروھن یعنی ان سے مباشرت کیا کرو۔ حکم کے انداز میں اس اجازت کے باوجود بندہ اگر دوسری تدابیر اختیار کرنے کا سوچے تو فطرت سے بغاوت کر کے بھی دیکھ لے۔

(3) آبادی پر کنٹرول کرنے کی تیسری تدبیر یہ ہے کہ پہلی دو تدبیریں اختیار نہ کرو یعنی نکاح بھی کرو اور نکاح کے بعد حقوق زوجیت بھی ادا کرو البتہ اس امر کا پورا پورا اہتمام کرو کہ پھل لگنے ہی نہ پائے۔ اور اس کا طریقہ جدید میڈیکل سائنس نے پیش کر دیا ہے کہ مانع حمل تدابیر اختیار کرو۔ یعنی حقوق زوجیت میں بھی کوتاہی نہ ہو اور ذمہ داریوں سے بھی بچ جاؤ۔

اس کے متعلق قرآن کریم نے حکم کے انداز میں یہ ایک ہدایت دی ہے کہ جہاں یہ حکم دیا ہے کہ باشروھن یعنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کرو وہاں ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے کہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم یعنی اللہ نے اس کے نتیجہ میں جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے وہ اللہ سے مانگو۔ ظاہر ہے کہ مباشرت کے نتیجہ میں لکھی جانے والی چیز اولاد ہی ہو سکتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اس تدبیر کے اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ سے وہ چیز مانگنے کی بجائے یہ کہے اور کرے کہ اللہ تو اپنی لکھی ہوئی چیز اپنے پاس رکھ ہم تو ہرگز نہیں لیں گے۔ تو دینے کی تدبیر کر ہم روکنے کے لئے تن من دھن لگا دیں گے۔ واقعی اپنے رب سے مقابلہ کرنے کا سوادتو آیا۔

(4) چوتھی تدبیر یہ ہے کہ اگر ہماری کوششوں کے باوجود خدائی نظام نہ رکے اور اولاد پیدا ہو ہی جائے تو یہ تدبیر اختیار کی جائے کہ ریاست یہ قانون بنائے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا حادثہ پیش آجائے وہ فوراً تھانے میں رپورٹ کرے۔ اور پولیس کا فرض یہ ہے کہ فوراً موقع واردات پر پہنچ کر بچہ اپنے قبضے میں لے اور وطن عزیز کو اور والدین کو اس معاشی بوجھ سے سبکدوش کر دے۔

واقعی یہ آخری تدبیر ہے اور کارگر بھی ہے۔

مگر قرآن کریم اس کے متعلق ایک اصول بتاتا ہے کہ من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً یعنی جس نے کسی کو ناحق قتل کیا اس نے گویا پوری بنی نوع انسان کو قتل کیا۔

اسلام سے پہلے عربوں میں یہ تدبیر جزوی طور پر اختیار کی جاتی تھی گو اس کا مقصد آبادی پر کنٹرول نہیں تھا کوئی اور تھا۔

جزوی طور پر یوں کہ بچیوں کو زود یا بہ دیر وہ لوگ زندہ دفن کر دیتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی کو اپنا داماد بنانے سے ناک نہ کٹ جائے۔ اس عمل کو وادالبنات کہتے تھے۔ اسلام نے آ کر اس کو حرام قرار دے کر لوگوں کو اس قبیح حرکت سے روکا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان اللہ حرم علیکم وادالبنات

اب چونکہ تہذیب ترقی کر گئی ہے اس لئے یہ تدبیر جزوی نہیں بلکہ مکمل طور پر استعمال کی جانی چاہئے اور اس کے لئے تیسری تدبیر نہایت مہذب صورت ہے کہ بچے یا بچی

تک نوبت ہی نہ پہنچے لہٰذا مانع حمل تدابیر اختیار کی جائیں جس میں یہ بھی شامل فرما لیویں کہ شناختی کارڈ بنوانے کے موقع پر یہ میڈیکل سرٹیفکیٹ ساتھ لگانا لازمی ہو کہ یہ بندہ بذریعہ آپریشن تناسل و توالد کے بوجھ سے فارغ ہے۔ یہ تدبیر حد درجے کی کارگر ہے۔

ہاں اسلام میں اس کے متعلق بھی رہنمائی ملتی ہے امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضور ﷺ کی حدیث بیان کی ہے کہ اسلام میں تجرد اور ترک دنیا منع ہے امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ان **الاختصاء فی الادمی حرام صغیرا او کبیرا** یعنی آدمی کو خصی کرنا حرام ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

آبادی پر کنٹرول کرنے کے لئے یہی صورتیں ممکن ہیں۔ غیر مسلم فرد ہو یا ریاست اس کے لئے آزادی ہے کہ ان میں سے جو تدبیر مناسب سمجھے اختیار کر لے مگر کسی اسلامی ریاست کے لئے یہ بات صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ اس بات کا اہتمام کر لے کہ ریاست میں کوئی مذہبی انتہا پسند نہ ہو۔ سارے مسلمان سیدھے سادے ابتدا پسند مسلمان ہوں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ابتدا پسند مسلمان وہ ہوتے ہیں جن کے بچپن میں بزرگوں نے ان کا ختنہ کرا دیا ہو اور جب بڑے ہوئے تو انہوں نے طے کر لیا کہ مذہب سے یہی تعلق کافی ہے کہ سنتی بیٹھے ہوئے ہوں اور بس۔ اس سے آگے قدم اٹھانا انتہا پسندی کی مد میں داخل ہونا۔ اور ہماری حکومت کے نزدیک مذہبی انتہا پسند سے زیادہ برا کوئی آدمی نہیں۔

اس ساری پریشانی کی وجہ ایک نظریہ ہے جو مغربی دنیا کی حالیہ ریسرچ کا نتیجہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مغرب ہو یا مشرق اس بات پر سب متفق ہیں یہ وسیع کائنات از خود وجود میں نہیں آ گئی اس کے بنانے والا کوئی ہے جسے خالق کائنات کہہ سکتے ہیں۔ مغرب کی تازہ ریسرچ یہ ہے کہ وہ صرف خالق ہے۔ دھڑا دھڑ پیدا کئے چلا جا رہا ہے اسے کوئی پتہ نہیں کہ جو پیدا ہوا ہے اسے پلنا بڑھنا بھی ہے اس کے لئے وسائل درکار ہیں۔ یعنی جو خالق ہے وہ نہ رب کائنات ہے نہ مدبر کائنات ہے کہ اس کا نظام چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے ہم اس کو تخلیق سے تو روک نہیں سکتے ہاں مخلوق کو پالنے اور اس کے انتظام کرنے کا کام ہم اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔

وہ ممالک جن میں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ اور وہ ابلہ فریبی سے کام لیتے ہوئے اپنی ریاستوں کو اسلامی ریاست کا نام دیتے ہیں، ان کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ مغرب کی تازہ ریسرچ کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے۔ آیئے ذرا اللہ کی آخری کتاب سے پوچھیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(1) اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ

یعنی خالق کائنات فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز اپنی پلاننگ کے مطابق مقررہ اندازے سے پیدا کی پھر اپنی پلاننگ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ **وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ**" یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز یا واقعہ جو اس نظام کائنات کے ختم ہونے تک ہونا ہے پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث موجود ہے کہ کائنات کے وجود میں آنے سے مدتوں پہلے وہ سب کچھ لکھا جا چکا تھا جو اس کائنات میں ہونے والا ہے۔

جہاں تک ربوبیت کا تعلق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا** یعنی کرہ ارض پر کوئی چلنے والا جاندار ایسا نہیں جس کی نوعی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ ہم نے نہ لیا ہو۔ ان میں فرشتے جن انسان چرند پرند آبی جانور سب شامل ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کو جس درجے کی عقل و شعور اور صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں کسی اور مخلوق کو عطا نہیں کی گئیں اس لئے رزق وغیرہ کے سلسلے میں اس کے لئے ایک مستقل اصول ہے کہ **وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی o وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی o ثُمَّ یُجْزٰہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی** یعنی انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی وہ کوشش کرے گا۔ اس کی کوشش کا جائزہ لیا جائے گا۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

آج کا انسان یہ اصول ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور ہر قسم کی عیاشی کے لئے مل سب کچھ جائے بلکہ سب کچھ سے بھی کچھ زیادہ ملے۔ اس لئے اس کو آبادی بڑھتی ہوئی بھی نظر آتی ہے اور اس اضافے کے غم میں وہ گھلتا جا رہا ہے۔

خالق نے اپنی تخلیق۔ ربوبیت اور تدبیر کائنات کے متعلق اپنی آخری کتاب میں جابجا مثالیں دی ہیں۔ ایک مقام پر کچھ ارشادات یکجا بیان ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

افرء یتم ما تمنون o ء انتم تخلقونہ ام نحن الخلقون یعنی بھلا یہ تو بتاؤ کہ (بیوی سے مباشرت کے وقت) جو قطرہ منی تم ٹپکاتے ہو کیا اس قطرے کو ایک آدمی تم بناتے ہو یا اس کے خالق ہم ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ پانی کا ایک قطرہ سے اس کو آدمی کا جسم دینا' جسمانی اعضا بنانا پھر ان اعضاء میں اپنا اپنا کام کرنے کی صلاحیت رکھنا اور پورا جسمانی نظام ایک خاص مقررہ طریقے پر چلانا کیا تمہارا کام ہے یا اس کا جو باقاعدہ پلاننگ کر کے تخلیق کا کام کر رہا ہے۔

افرء یتم ما تحرثون o ء انتم تزرعونہ ام نحن الزرعون o لو نشآء لجعلنہ حطاما فظلتم تفکھون اچھا یہ بتاؤ کہ جو بیج تم بوتے ہو اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔

ربوبیت کی ابتدا کی بات کی جارہی ہے ایک جاندار کے پلنے کا انحصار غذا پر ہے بھلا سوچو ایک دانہ تم مٹی میں ملا دیتے ہو اس دانے سے کھیت میں فصل اور باغ میں بڑے بڑے درخت بنتے ہیں پھر ان پر پھل لگتا ہے۔ بتاؤ تو یہ کون کرتا ہے۔

افرء یتم الماء الذی تشربون o ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون o لو نشآء جعلنہ اجاجا فلو لا تشکرون اچھا یہ بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو اسے بادلوں سے تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا زہر کر دیں پھر تم ہماری شکرگزاری کیوں نہیں کرتے۔

ربوبیت کے نظام میں دوسری ضرورت کا ذکر ہو رہا ہے۔

افرء یتم النار التی تورون o ء انتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون اچھا یہ بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو۔ اس کے ایندھن کے لئے درخت تم نے اگائے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ غذا کے لئے آگ کی ضرورت اور اہمیت کا انکار کون کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ایندھن کون مہیا کرتا ہے۔ بھلا اب بھی اس کی ربوبیت اور اس کے مدبر کائنات ہونے کا انکار کر سکتے ہوں۔ نادانو! تمہارا کام یہ تھا کہ اسکی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے اور اس کی عملی صورت یہ تھی کہ تم سراپا اطاعت بن جاتے۔

فسبح باسم ربک العظیم

ارے نادان اپنے عظیم رب کی تسبیح کیا کر۔

پس فکر کرنے کی بات یہ نہیں کہ آبادی کا بہاؤ کیسے رکے بلکہ اس بات کی فکر کی ضرورت ہے کہ جو آدمی پیدا ہو چکے ہیں انہیں انسان کیسے بنایا جائے۔ آج کرہ ارض پر سب سے کمیاب بلکہ نایاب جنس صرف انسان ہے۔

بسکہ مشکل ہے ہر اک کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

درخواست برائے دعائے مغفرت

.... ظہور احمد قریشی لیفٹیننٹ کرنل (ر) کے بھائی رشید احمد قریشی انتقال کر گئے ہیں۔ قارئین سے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

.... جانباز عبدالرزاق انجم شاہ کوٹ کی والدہ ماجدہ اور خوش دامن صاحبہ وفات پا گئی ہیں۔ قارئین سے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

.... ڈاکٹر محمد شہباز' اویسیہ سوسائٹی لاہور کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئی ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

.... ڈاکٹر حبیب اللہ صدیقی کی والدہ ماجدہ اور خوش دامن صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محمد صدیق پشاور کینٹ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

خودکش بسکٹ اور صدر امریکہ

پروفیسر حفیظ الرحمٰن قاضی

11 ستمبر 2001ء کے تاریخ ساز دن سے قبل کی دنیا اب قصہء پارینہ بنتی جا رہی ہے اور بعد کی دنیا خودکش حملوں کے نام سے ہی کانپ جاتی ہے۔ ہاں ہاں وہی خودکش حملے جو WTC یعنی ورلڈ ٹریڈ سینٹر' اس کی آن' بان' شان اور ہزاروں انسانوں کے علاوہ امریکہ کے تکبر اور غرور کی تباہی کا باعث بنے۔ ارے! صاحب میں پینٹا گون پر ہونے والے حملے کو کیسے بھول سکتا ہوں اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو WTC پر حملے کی نسبت پینٹا گون پر حملہ زیادہ اہم تھا۔ اگرچہ بظاہر نقصان اس میں کم ہوا مگر امریکہ اور امریکی دفاعی سسٹم کی اگر کمر ٹوٹی اور اس کی اصلیت دنیا پر بے نقاب ہوئی تو وہ یہی حملہ تھا اور وہ بھی ایک خودکش حملہ۔ WTC تو "اب وہ ہم تم میں نہیں خاک میں پنہا ہو کر" کی تفسیر بن چکا ہے۔ حتی کہ اب گزشتہ دنوں بی بی سی پر یہ خبر سننے کو ملی کہ اس کی خاک بھی سر بازار بک رہی ہے اور اس کے خریداروں میں ہمارا تنگ دل و تنگ نظر پڑوسی بھارت بھی شامل ہے مگر پینٹا گون اس لئے اہم ہے کہ دنیا کی اکلوتی سپر پاور کا دفاعی اور جاسوسی کا مرکز ہے اپنی پیٹھ پر گرنے والے خودکش جہاد کا بوجھ اور پھیلتی ہوئی آگ سے اٹھنے والے دھوئیں کی وجہ سے پوری دنیا میں رسوا ہوا۔ مگر ان تمام بے مثال کارروائیوں سے بڑی ایک خودکش کارروائی گزشتہ دنوں وائٹ ہاؤس میں ہوئی جس کی اتفاق سے کوئی براہ راست ویڈیو کوریج نہ ہو سکی جس میں امریکہ کے صدر کو منہ کے بل گرا دیا گیا۔ اور ان کی ناک کو زمین پر رگڑا حتی کہ وہ اپنی اس ذلت اور تکلیف میں کسی مددگار کو بھی نہ بلا سکا اور جب ہوش ٹھکانے آئے تو دوسری منزل سے نرس کو مدد کے لئے بلایا۔ مرہم پٹی کرائی اور پھر وائٹ ہاؤس کے درودیوار پر لگے قد آدم آئینوں میں سے ایک آئینے کی طرف دیکھ کر صدر امریکہ ٹھٹک گئے کچھ لمحے سوچا اور پھر فوراً میڈیا والوں کو جو چوبیس گھنٹے وائٹ ہاؤس میں آن ڈیوٹی رہتے ہیں ان کو بلایا اور بتایا کہ' میں اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا ٹی وی پر ایک فٹ بال میچ دیکھ رہا تھا اور چائے کے ساتھ بسکٹ کھانے کے چکر میں تھا مگر اچانک ایک بسکٹ میرے گلے میں پھنس گیا میرے اوسان خطا ہو گئے نیم بے ہوشی کی حالت میں زمین پر منہ کے بل گر پڑا اور ہوش ٹھکانے آنے پر جو میں نے اپنا منہ شیشے میں دیکھا تو اس کی یہ حالت ہو چکی تھی لہٰذا میں یہ آپ کو خود آگاہ کر رہا ہوں تاکہ اس کو کوئی اور رنگ نہ دیا جائے۔ اس موقعہ پر اگرچہ صدر امریکہ نے یہ وضاحت بھی کی کہ لگتا ہے کہ میں نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل نہ کیا وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ بیٹا جو بھی چیز کھاؤ اچھی طرح چبا چبا کر کھایا کرو۔ مگر لگتا ہے کہ میں نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اس لئے یہ دن دیکھنا پڑا۔ یہ اور بات ہے کہ ان دنوں مسلمان مجاہدین کو بغیر چبائے اور بغیر ڈکار مارے جو کھا رہے ہیں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ مگر عربی زبان و ادب میں جب کوئی اپنے بہت برے دشمن کو بددعا دیتا ہے تو کہتا ہے خدا کرے تیری ناک خاک آلود ہو۔ یا تو اپنی ناک زمین پر رگڑے۔ بہرحال اب صدر امریکہ کی بیچاری چھوٹی سی ناک جس طرح خاک آلود ہوئی اور پورا منہ ناک سمیت خاک میں لتھڑ کر خون آلود ہوا۔ یہ کس کی بددعا کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ بددعائیں تو ہزاروں نہیں لاکھوں ان کے تعاقب میں نہ صرف تھیں بلکہ ہیں۔ مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ جو کام 11 ستمبر کے خودکش حملوں میں نہ ہو سکا وہ اس خودکش بسکٹ نے کر دکھایا۔ کیونکہ اس میں اچھوتی اور فلک بوس عمارتیں تو گر گئیں مگر اکلوتی سپر پاور کا بے تاج بادشاہ جیسے تیسے اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ مگر اس خودکش بسکٹ کی کارروائی میں وہ بے تاج بادشاہ زمین پر اوندھے منہ گر گیا کہ جیسے کسی نے اس کے ہاتھ بھی باندھ دیئے ہوں۔ مگر اس موڑ پر میں اپنے پڑھنے والوں کو غور و فکر کی زحمت دوں گا کہ ذرا غور تو کیجئے کہ یہ کیا ہوا؟ تو ایسے میں کانوں میں رس گھولنے والا یہ مصرع سنائی دے گا۔ کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے..... وہی خدا ہے..... اور پھر رب العالمین کی

باقی صفحہ 53 پر ملاحظہ کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

پیش گوئی

ارشاد احمد عارف

ان دنوں مشرق وجنوب کے دانشوروں نے اسلام اور مسلمانوں کو مشق ستم بنا رکھا ہے اور تان امریکہ و مغرب کی ذہنی' اخلاقی اور سائنسی وتکنیکی برتری' فتح اور تسلط پر ٹوٹ رہی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی میں برتری کا اعتراف تو ہر معقول شخص کو ہے لیکن ذہنی و اخلاقی برتری کا بھانڈا کیوبا کے جزیرے اور حامد کرزئی کے افغانستان میں بیچ چوراہے کے پھوٹ رہا ہے جہاں امریکہ نے اخلاقیات کے نئے پیمانے وضع کئے ہیں اور جنگل کے قانون کا ایک نیا میگنا کارتا تشکیل دیا ہے۔ مگر دنیا میں ایسے دانشور اب بھی موجود ہیں جو اسلام کو روس کے کمیونزم' جرمنی کے نازی ازم اور جاپان کے فوجی ازم کی طرح کا مذہب نہیں سمجھتے جسے امریکہ اپنے یورپی اتحادیوں کے ساتھ مل کر صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

پیٹرک جے بیوچینن انہی امریکی دانشوروں اور صحافیوں میں سے ایک ہے جس کا خیال ہے کہ ''حیرت انگیز بات یہ ہے کہ 63 سال پہلے جب اسلام مغربی سلطنتوں کے قدموں تلے روندا جا رہا تھا تو ایک مشہور کیتھولک ادیب نے پیش گوئی کی تھی کہ ''اسلام کو دوبارہ عروج نصیب ہوگا'' یہی ادیب ہیلر بیلوک لکھتا ہے ''مجھے ہمیشہ ایسا نظر آتا ہے کہ اسلام دوبارہ غالب آئے گا۔ اگر ہمارے بچے نہیں تو ہمارے پوتے اسلام کا احیا دیکھیں گے اور اسلام کو اپنے ہزار سالہ پرانے حریف عیسائیت اور اس کی ثقافت کے خلاف جدوجہد میں مصروف دیکھیں گے۔'' ہیلر بیلوک کے خیال میں اسلام عیسائیت کا ہم پلہ مدمقابل ہے اور اس کی قوت اس عقیدے میں ہے کہ اللہ ایک ہے' سب سے بڑا ہے' انصاف اور رحم کرتا ہے اور اس کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں۔ بیلوک کا خیال ہے کہ اسلام اپنے ان منطقی اور سادہ تعلیمات کے زور پر بہت جلد پھر ایک اصلاحی مذہب کی جگہ لے گا اور انسانیت کی توجہ کا مرکز بنے گا۔''

پیٹرک ماضی کی صلیبی جنگوں اور مسلم عیسائی کشمکش کا جائزہ لینے کے بعد لکھتا ہے ''تاریخ کے بڑے سوالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی دنیا کیسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی؟ صرف ایک صدی پہلے مسلمان پوری دنیا پر جنگی اعتبار سے برتری رکھتے تھے لیکن 19 ویں اور 20 ویں صدی کے دوران طاقت کا توازن بگڑ گیا اور اسلامی دنیا نہ صرف مغرب کے قدموں میں آ گئی بلکہ سائنس و ٹیکنالوجی' صنعت و حرفت' مواصلات' فوجی صلاحیت اور طرز حکمرانی میں بھی بہت پیچھے چلی گئی اور اپنے دور کی سب سے بڑی طاقت سلطنت عثمانیہ یورپ کا مرد بیمار قرار پائی۔ اس کے بعد مغربی استعمار (Colonialization) کا دور آ گیا۔ 1915ء میں گیلی پولی کے مقام پر مغرب کو اسلام کے ہاتھوں آخری بار شکست ہوئی اور پھر مغربی فتوحات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوگیا کہ آج ہمیں یاد بھی نہیں کہ 1915ء میں ہم مسلمانوں سے ایک شرمناک شکست کھا چکے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر اسلام اور مغرب کے درمیان تہذیبوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے تو ان میں طاقت کا توازن کیا ہے؟''

''دولت اور طاقت میں مغرب کو بالادستی حاصل ہے لیکن یہ چیزیں اگر کسی ملک کو تباہی سے بچانے میں کارآمد ہوتیں تو سویت یونین اپنے جوہری ہتھیاروں اور روایتی اسلحہ کے انباروں تلے ڈوب کر ختم نہ ہوتا۔ روم بھی بہت بڑی سلطنت تھا لیکن آج اس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ اقوام کی زندگی مادی قوتوں کے مرہون منت نہیں ہوتی بلکہ ایک قوم کو زندہ رہنے کے لئے کچھ جذبوں اور اقدار کی ضرورت ہے اور اسلام ان چیزوں سے مالا مال ہے۔''

امریکی کے طور پر اپنے ہم وطنوں اور ہم عقیدہ اقوام کو خبردار کرتا ہے کہ ''اگر عقیدے کی کوئی اہمیت ہے تو اسلام ایک فوجی قسم کا دین ہے جبکہ عیسائیت پسپائی کی ترغیب دیتا ہے۔ آبادی کے معاملہ میں اسلام بڑھتا ہوا سیلاب ہے اور مغرب موت کی جانب گامزن ہے۔ مسلمان اسلام کی خاطر جنگ' موت اور شکست' ہر چیز کے لئے تیار ہیں جبکہ مغرب اپنے زخمیوں کو دیکھ کر خوف سے کانپ اٹھتا ہے۔ مسلمان اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر غصہ سے بھرے ہوئے ہیں اور مغرب اپنی تہذیبوں اور معاشرت پر معذرت خواہ ہے۔ اسلام کو جہاں موقع ملتا ہے اپنے نفاذ کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ ہم مذاہب کی برابری کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسلام اپنی تاریخ پر فخر کرتا ہے اور مغرب کو اپنی تاریخ پر شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ اسلام کو حقیر یا دیگر مذاہب کی

باقی صفحہ 53 پر ملاحظہ کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

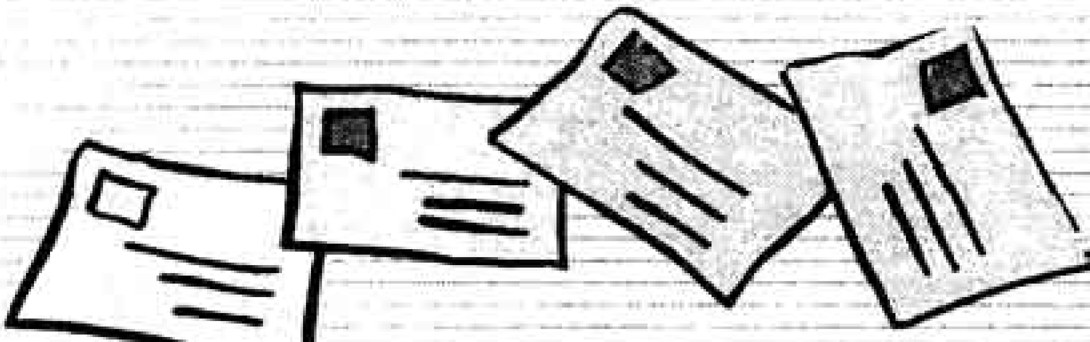

مراسلات

محمد ادریس کھوکھر زیرے نے دارالعرفان ۔ منارہ سے اپنی عقیدت کا اظہار نظم کی صورت میں بھیجا ہے۔ایک شعر ملاحظہ فرمائیں :

یہ اہل ذکر و صفا کی بستی ہے
یہاں دل کی دنیا بدلتی ہے

پروفیسر صاحبزادہ حفیظ الرحمٰن قاضی صاحب نے رحیم یار خان سے ایک کالم ''خودکش سَٹ اور صدر امریکہ'' بھجوایا ہے جو کہ شامل اشاعت ہے۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی نے حج کے موضوع پر دو مضامین بھجوائے ہیں جن میں سے ایک شامل اشاعت ہے۔

جناب قادری صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ ماہنامہ ''المرشد'' میں کچھ ورائٹی پیش کریں تاکہ ایک عام آدمی بھی اس میں دلچسپی لے۔

O جناب قادری صاحب بڑے خلوص سے ہمیں مشورے دیتے رہتے ہیں اور ہم ان پر عمل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری محدود کوششوں کو اپنی رحمت سے بھرپور انداز میں ثمر آور کرے۔

آصف اقبال اویسی نے نیو کینٹ راولپنڈی سے حضرت جی کی عقیدت میں ایک نظم ارسال کی ہے۔ایک شعر ملاحظہ ہو۔

آپ کے قدموں میں آنا چاہتا ہوں
اپنی بگڑی قسمت بنانا چاہتا ہوں

اعزاز شہادت

ڈاکٹر محمد آصف اعوان کے چھوٹے بھائی **کاشف محمود شاکر** سیالکوٹ کے بارڈر پر بھارت کے ساتھ جھڑپ میں **شہید** ہو گئے ہیں۔ قارئین سے ان کی بلندی درجات کیلئے درخواست ہے۔

"عورت" آج اور کل

قبل از اسلام رائج تھا جو اسلوب حیات
کس قدر مظلوم تھی اے بنت حوا تیری ذات
ایک مچھر کے برابر بھی تری قیمت نہ تھی
گاڑ دی جاتی تھی زندہ تو تو پیدا ہوتے ہی
تو نہ تھی بیٹی کسی کی تو کسی کی ماں نہ تھی
تجھ سے یوں برتاؤ ہوتا گویا تجھ میں جاں نہ تھی
دین حق نے ہی تجھے ہے باپ کا ورثہ دیا
اور ماں کو اس کے بیٹے کا دیا وارث بنا
تجھ کو مردوں کی غلامی سے ہے دی اس نے نجات
ہے مگر پردے میں رکھتا تاکہ شیطاں کھائے مات
تیرے خاوند کو بنایا اس نے ہے تیرا کفیل
کہ امور خانگی کی تو کرے گھر میں سبیل
ہاں مگر وقت ضرورت تو بٹا سکتی ہے ہاتھ
جیسے دور سلف میں تو نے دیا مردوں کا ساتھ
نام آزادی کا دے کر عصر حاضر نے تجھے
ہے حصول رزق میں اس نے کیا شامل تجھے
اہل مغرب میں کسی کی بیٹی، بہن و ماں نہیں
ہیں اویسی سارے حیواں کوئی بھی انساں نہیں

انجینئر عبدالرزاق اویسی......ٹوبہ